

ایک سُرگ

اشتیاق احمد



۱۵۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم
آفتاب، آصف، فرحت اور انیسٹر کامران مرزا سیرت

ایک سُرغ

اشتیاق احمد



حدیث شریف

عبداللہ بن سہرس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا :

تم میں سے کوئی جانوروں کے بل میں پیشاب نہ کرے
(مشکوٰۃ)

ناول پڑھنے سے پہلے

یہ دیکھ لینے کہ

○ یہ وقت نماز کا تو نہیں؟

○ آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرتا۔ کل آپ کا کوئی

ٹسٹ یا امتحان تو نہیں؟

○ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں رکھا۔

○ آپ نے کسی وقت تو نہیں دے رکھا؟

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بھی بات ہو تو ناول

اللہ ہی میں رکھ دیں پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے غافل

ہو لیں پھر ناول پڑھیں۔

مخلص

اشتیاق احمد

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

بار اول : یکم دسمبر ۱۹۸۳ء

طابع : اشتیاق احمد

مطبع : زاہد پبلشرز، لاہور

طباعت و ہدق : سپریم پرنٹرز، لاہور

کتابت : مہر عبد الستار راجہ جنگ

آرٹسٹ : شمس، لاہور

قیمت : ۱۰۰ روپے

اشتیاق پبلیکیشنز راجپوت بارکیٹ اردو بازار لاہور

سکھر سے ایک ہندو قاری نے لکھا کیا
ہے کہ میں نے ہندو محلے جیسا ناول کیوں لکھا

اس میں ہندوؤں کو ظالم دکھایا گیا ہے۔

انہوں نے شاید محسوس نہیں کیا، میرے ہر ناول میں نیکے اور بد کے ظلم اور انصاف، اچھائے اور برائے کے پہلو واضح ہوتے ہیں۔ ظالم ہندو بھی ہو سکتے ہیں اور مسلمان بھی، عیسائی بھی ہو سکتے ہیں اور یہودی بھی۔ یہی سب لوگ بہت نیک اور بھلے مانس بھی ہو سکتے ہیں۔ میں تو بس وہی کچھ لکھتا ہوں جو محسوس کرتا ہوں یا جو وقت پر سوچہ جائے۔ اس میں میں کسی کے دلے آنا رکے کے کوشش نہیں کرتا۔

ذاتی طور پر میں نے ان قاری کو جو جواب دیا وہ دو باتیں
سے قدرے مختلف تھا۔ جب میں ہندوستان میں مسلمانوں پر ہونے
والے مظالم کے بارے میں اخبارات میں پڑھتا ہوں تو میرے احساسات
بعجیب سے ہو جاتے ہیں اور ان سے احساسات کا نتیجہ ہندو محلے جیسے کسی
ناول کے صورت میں نکلتا ہے۔ اب اسے میری غلطی کہیں یا بھول
یا کچھ بھی۔

ان دو باتیں میں میں آپ کو کوئی مسکراہٹ نہیں دے سکا۔
معاذ کیجیے گا۔

میر

نئی مصیبت

”میں چاہتا ہوں، تم تینوں چند دنوں کے لیے ہمارے گھر آ جاؤ۔“
”لیکن بات کیا ہے؟“ آصف حیران ہو کر بولا۔

”میں بات کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم ختم
ہو گئے ہوں، ہمارا سب کچھ لٹ گیا ہو، جب کہ چھ ماہ پہلے ایسی کوئی
بات نہیں تھی۔“

”سب کچھ لٹ گیا ہے، ختم ہو گئے ہیں۔ عابد، یہ تم کیا
کہہ رہے ہو۔“ آفتاب نے بھنوں اچکا میں۔

”کیا تمہارے مالی حالات خراب ہو گئے ہیں، اگر یہی بات ہے تو
بجلا ہم کیا کر سکیں گے۔“

”میں تو یہی سمجھتا ہوں، تم لوگ کچھ نہ کچھ ضرور کر سکو گے۔“
”جب تک تم ساری بات نہیں بتاؤ گے، ہم کچھ اندازہ نہیں لگا سکیں
گے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے چائے پی لی جائے، کیونکہ آبا جان ہمارا انتظار
کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد اظہارِ سنی بات سنی جائے۔“

”جیسے تمہاری مرضی۔“ عابد نے کذھے اچکائے۔

وہ اپنے کمرے سے نکل کر صحن کی طرف بڑھے۔ عابد، آصف اور آفتاب کا کلاس فیلو بھی تھا اور دوست بھی۔ کچھ دنوں سے وہ بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ انہوں نے پوچھا بھی، لیکن وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ آج اچانک ان کے گھر آ گیا اور آتے ہی یہ عجیب بات کہی۔۔۔۔۔

”السلام علیکم آبا جان! آفتاب بولا۔

”السلام علیکم انگل۔“ ان تینوں نے کہا۔

”وعلیکم السلام۔“ سناؤ عابد، کیا حال۔۔۔۔۔ ارے، تم تو بہت پریشان نظر آ رہے ہو۔ خیر تو ہے، سکول میں تو کوئی پریشانی والی بات ہو نہیں سکتی، ضرور گھر میں کوئی بات ہے۔ کیا ابو اتنی بات سے کوئی بیمار ہیں؟

”جج۔۔۔۔۔ جی نہیں تو۔۔۔۔۔“

”انگل، عابد آج ہمیں یہاں اپنی پریشانی کی وجہ ہی بتانے

آیا ہے۔“

”آج، کیا مطلب؟ کیا عابد کئی دنوں سے پریشان چلا آ رہا ہے۔ انہوں نے چونک کر کہا۔

”جی ہاں۔“

”اوہ، خیر آؤ، پہلے چائے پی لی جائے، اس کے بعد عابد کی

پریشانی سنیں گے۔“

”جی ہاں، یہی مناسب رہے گا۔“

”کیا مناسب رہے گا؟ شہناز بیگم باورچی خانے سے نکلتے ہوئے

بولیں۔

اور وہ مسکرا دیے۔ انہیں بھی عابد کے بارے میں بتایا گیا۔

وہ صُنتے ہی بول پڑیں۔

”ضرور ان کے ابو اور امی میں جھگڑا ہو گیا ہے۔“

”جج۔۔۔۔۔ جی نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔“

”ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے کوئی خاص بات ہے۔“ انپکٹر کامران مرزا

بڑبڑائے۔

چائے کے بعد ان کی نظریں عابد پر جم گئیں۔ چند لمحے تک وہ

خاموش رہا، آخر بولا:

”میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں آپ کو کیا بتاؤں۔ صورت

حال بہت عجیب ہے۔“

”دیکھو عابد، تم جو کچھ بھی بتا سکتے ہو، بتا دو۔ باقی ہم سنبھال لیں

گے۔“ انپکٹر کامران مرزا بولے۔

”بات صرف اتنی سی ہے کہ میرے ابو اچانک اس قدر بدل

گئے ہیں کہ کیا بتاؤں۔“

”بدل گئے ہیں، کیا مطلب؟“

انہوں نے کچھ کے بغیر بنک کے منبر ملائے۔

”ہیلو مینجر صاحب، میں انپکٹر کامن مرزا بول رہا ہوں کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۱۱۲ کی پوزیشن معلوم کرنا ہے۔ آج سے چھ ماہ پہلے کیا تھی اور اب کیا ہے؟“

”جی بہتر، دو منٹ انتظار کیجیے۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔“
 ”شکریہ۔“ انہوں نے کہا اور انتظار کرنے لگے، پھر دوسری طرف سے مینجر کی آواز سنائی دی:
 ”پوزیشن حیرت انگیز ہے جناب۔“

”جی، کیا مطلب؟“ وہ بولے اور پھر دوسری طرف کی آواز سننے لگے۔ آخر ریسپور رکھ کر ان کی طرف مڑے تو ان کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے:

”شاید آپ نے کوئی عجیب بات سنی ہے۔“

”ہاں، عابد کے والد کے اکاؤنٹ میں چھ ماہ پہلے تقریباً پانچ لاکھ روپے تھے، لیکن اب صرف تیس ہزار روپے رہ گئے ہیں۔ چھ ماہ کے دوران بڑے بڑے چیک کیش کرائے گئے۔ چیک کیش کرانے والے خود عابد کے والد تھے۔ سوال یہ ہے کہ چھ ماہ میں تقریباً ساڑھے چار لاکھ روپے انہوں نے کیوں نکلوائے اور وہ کہاں گئے؟“

”اس کے تو کسی جواب سمجھ میں آتے ہیں آبا جان، یا تو ان کے والد نے کوئی نیا کاروبار شروع کیا، لیکن اس میں نقصان ہوتا چلا گیا یا پھر

”آج سے چھ ماہ پہلے تک وہ ہم سب پر بہت ہی مہربان تھے۔ ہنستے تھے، بولتے تھے۔ سب کے ساتھ کھاتے پیتے تھے، اٹھتے بیٹھتے تھے۔ گھر والوں کے لیے طرح طرح کی چیزیں اور بھیل وغیرہ لایا کرتے تھے اور اب یہ سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے کمرے میں بند رہتے ہیں۔ نہ کسی سے بولتے ہیں، نہ ہنستے ہیں، کھانا بھی اپنے کمرے میں کھاتے ہیں۔ ان کے چہرے پر ہر وقت وحشت برستی رہتی ہے۔ بات بات پر کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں۔ گھر کے اخراجات کے لیے پہلے اتنی جان کو بہت پیسے دیتے تھے۔ اب نہ دینے کے برابر دیتے ہیں۔ اتنی جان کبھی ذکر کر بیٹھتی ہیں تو انہیں مار بیٹھتے ہیں۔ وہ اس قدر سہم گئی ہیں کہ ان سے کچھ نہیں کہتیں۔ گھر کا خرچ بھی اپنے پاس سے چلانے لگی ہیں، لیکن ان کا بنک بیلنس اور زیورات آہر کب تک چلیں گے، ایک دن ختم ہو جائیں گے، پھر کیا ہوگا، ہم کیا کریں گے۔ یہاں تک کہ کر عابد خاموش ہو گیا۔“

وہ سب سوچ میں ڈوب گئے۔ آخر انپکٹر کامن مرزا بولے:
 ”اور ان میں یہ تبدیلی کیوں آئی۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں؟“
 ”جی نہیں۔“

”ان کا اکاؤنٹ نمبر کیا ہے؟“
 ”جی، نیشنل بنک کی مرکزی شاخ کا کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۱۱۲ ہے۔“
 عابد نے بتایا۔

انہوں نے شاید جوا کھیننا شروع کر دیا اور اس میں ہارتے چلے گئے۔
یا پھر.....

آفتاب کتے کتے رک گیا۔

”یا پھر کیا؟“ فرحت جل کر بولی۔

”تیسرا جواب میرے ذہن میں گھوم رہا ہے۔ بس زبان پر آیا ہی چاہتا ہے۔“ آفتاب جلدی سے بولا۔

”ہاں، یہ دونوں باتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ عابد، چھ ماہ پہلے کی کوئی خاص بات بتا سکتے ہو۔“ انسپکٹر کا ملن مرزا بولے۔

”چھ ماہ پہلے کی کوئی خاص بات.....“ عابد بڑبڑایا۔

”ہاں، ذہن پر زور دو۔ شاید کوئی ایسی بات یاد آ جائے چھ ماہ پہلے اگر انہوں نے کوئی نیا کاروبار نہیں کر رکھا تھا یا جوا نہیں کھیتے تھے تو ضرور ان کے کسی دوست نے کاروبار کا مشورہ دیا ہو گا یا پھر کوئی جواہری دوست ملنے آیا ہو گا اور جوئے کی لت لگا گیا ہو گا۔ کیا تم نے ایسی کوئی بات محسوس کی تھی، کوئی ایسا دوست ملنے آیا تھا۔“

”دوست، جی نہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے، ایسا کوئی دوست تو ملنے نہیں آیا۔“ ہاں، ایک لڑکی ضرور ہمارے گھر میں چند دن تک آکر رہی تھی۔“

”لڑکی؟“ ان کے منہ سے نکلا۔

”جی ہاں، وہ کوئی مصیبت کی ماری تھی۔ اس کے کچھ دشمن اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اس نے رات کے وقت ہمارے گھر میں داخلہ لی اور پھر تین چار دن تک خوف زدہ سی ہمارے گھر میں چھٹی رہی۔“ چوتھے دن رات کی تاریکی میں رخصت ہوئی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، اس لڑکی کی آمد سے پہلے ہمارا گھر مکمل طور پر پرسکون تھا۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔“

”ہوں، اس لڑکی کا نام اور علیہ بتا سکتے ہو؟“

”نام تو مجھے یاد نہیں رہا۔ شاید گامیہ تھا۔ ہاں، علیہ ضرور بتا سکتا ہوں۔ اس کا چہرہ بالکل گول تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا گول چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ اس کی آنکھیں بالکل نیلی تھیں۔ سفید رنگ اور لمبا قد، جسم پتلا دہلا تھا۔ گلے میں چھوٹا سا کمرہ ٹکائے رکھتی تھی۔ شاید اسے تصویریں کھینچنے کا بہت شوق تھا۔“

”ہوں، اچھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ کیا کیا جاسکتا ہے۔“

یہ کہہ کر انہوں نے شاہد کو فون کیا۔

”ہیلو شاہد، ایک لڑکی کا علیہ نوٹ کرو اور ریکارڈ چیک کرو۔“

یہ کہہ کر انہوں نے علیہ لکھوایا۔

”ابا جان، ابھی تک آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ عابد کے والد کیا کام کرتے ہیں؟“ آفتاب کے لہجے میں قدرے حیرت تھی۔

”جو بہت مجھے معلوم ہے، وہ کیوں پوچھوں۔ میں جانتا ہوں، مگر حیرت

ایک سرکاری ملازم ہیں اور بڑے عہدے پر لگے ہوتے ہیں۔
 "اوہ، آپ کی معلومات پر ہمیں کبھی کبھی حیرت ہونے لگتی ہے۔
 فرحت بولی۔

"میں چاہتا ہوں، اس معاملے میں قدم اٹھانے سے پہلے ہم
 کافی معلومات حاصل کر چکے ہوں۔ معاملہ کوئی عام نوعیت کا نظر
 نہیں آتا۔

"جی، یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ آصف چونک اٹھا۔
 "اگر بات صرف جوئے یا کاروبار میں نقصان کی ہوتی تو سرور مجید
 اس قدر چڑچڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ بات کوئی اور ہی ہے، کیا ہے،
 یہ ہمیں معلوم.....؟

ان کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ اسی وقت فون کی
 گھنٹی بجی تھی۔

"ہیلو، انیکسٹر لکھنؤ مرزا بول رہا ہوں۔
 "شاید عرض کر رہا ہوں، سر۔ ریکارڈ میں فوراً ہی ایک ایسا
 چہرہ نظر آگیا۔ اس لیے اتنی جلدی فون کر رہا ہوں۔
 "دیری گڈ، اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے؟ انہوں
 نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ لڑکی ایک سال پہلے پوری کرتے ہوئے پکڑی گئی تھی۔ اس
 کی کم عمری کا خیال کرتے ہوئے جج صاحب نے صرف ایک ماہ کی سزا

دی؛ گویا اب وہ آزاد ہے، نام گاریہ ہے۔
 "ہوں، اچھا شاید، شکریہ۔ یہ کہہ کر انہوں نے ریسپور رکھ دیا۔
 اور لڑکی کے بارے میں انہیں بتایا۔

"لیکن اباجان، یہ کیس پوری کا تو نہیں۔ یہاں تو بینک میں
 سے خود عابد کے والد نے رقیں نکلوائی ہیں۔

"ہاں، لیکن سوال یہ ہے کہ چھ ماہ پہلے یہ لڑکی گاریہ سرور مجید
 کے ہاں کیوں آئی تھی اور کیوں چند دن رہی تھی؟

"تو اس کے نام کی بھی تصدیق ہو گئی؟
 "ہاں، عابد کو نام ٹھیک یاد رہا۔ اب تم تینوں کیا کہتے ہو؟

"ہماری کیا مجال کہ آپ کے ہوتے ہوئے کچھ کہیں۔ آفتاب
 نے فوراً کہا۔ آصف اور فرحت مسکرا دیے۔

"تو پھر تم عابد کے ساتھ اس کے گھر جاؤ۔ حالات کا جائزہ
 ان معلومات کی روشنی میں لو، جو ہم نے حاصل کی ہیں۔ ضرورت پیش

آئے تو مجھے بھی بلا لینا۔
 "جی بہتر۔ اور اگر ضرورت پیش نہ آئے تو آفتاب بولا۔

"کیا مطلب، کیا یہ بھی پوچھنے کی بات ہے؟
 "مطلب یہ کہ ہم تو اس صورت میں نہیں بلائیں گے۔ آپ

خود ضرور آجائیں گے۔ آفتاب نے فوراً کہا۔
 "اچھا، اب ادھر ادھر کی نہ مانگو اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔

انہوں نے منہ بنا کر کہا۔

”جی ہستر۔ تینوں ایک ساتھ بولے۔

عابد کو ساتھ لے کر وہ اس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔
سرور مجید کی کوٹھی عرفان روڈ پر تھی۔ انہیں وہاں پہنچنے میں پندرہ
منٹ لگے۔ جونہی ان کی موٹر سائیکل کو کوٹھی کے دروازے پر رکھا
انہوں نے ایک ٹیکسی کو بھی دروازے پر رکھ دیا اور پھر اس
میں سے ایک سیاہ رنگ کا آدمی نکل کر دروازے کی طرف
بڑھا، ابھی وہ موٹر سائیکلوں سے اتر رہے تھے کہ اس نے گھنٹی
کا بٹن دبا دیا، پھر انہیں اترتے دیکھ کر مڑا اور عابد کو دیکھ کر
چونک اٹھا۔

”اوہو، آپ ہیں، میں تے دیکھا ہی نہیں“

”کوئی بات نہیں“

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی اور ایک بوڑھے
ملازم نے دروازہ کھولا۔ اس کے چہرے پر بھی وحشت برس
رہی تھی۔

”آئیے کرمانی صاحب۔ تشریف لائیے“ بوڑھے ملازم
نے کہا۔

”سرور صاحب ہیں نا؟“

”جی، جی ہاں۔ آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں“

”شکریہ۔“ اس نے کہا اور اندر داخل ہو کر ملازم کے پاس
سے نکلتا چلا گیا۔

”آپ آگئے چھوٹے صاحب“ بوڑھے نے غمگین آوازیں کہا۔
”ہاں بابا، ان سے ملے۔ یہ آصف، آفتاب اور فرحت
ہیں۔ الپکٹر کامران مرزا کے ہاں سے میرے ساتھ آئے ہیں۔“
”اوہ، میں سمجھا۔“ بوڑھے کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
پھر اس نے چونک کر کہا:

”لیکن صاحب اس بات کو پسند نہیں کریں گے۔“

”ہم انہیں بتائیں گے ہی کیوں کہ یہ کون ہیں۔“ عابد

بولتا۔

”مم، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

”فکر نہ کریں، ہم نے یہ قدم اتنی جان سے پوچھ کر اٹھایا

ہے۔“ عابد نے کہا۔

”اوہ، اچھا۔“ بوڑھے نے قدرے مطمئن ہو کر کہا۔

”یہ رمضان ہیں، ہمارے بہت پرانے ملازم۔ ناہ رمضان ہیں

چمکا ہوئے۔ اس لیے مال باپ نے ان کا نام بھی رمضان رکھا۔

ان کے مال باپ بھی ہمارے گھرانے کے ہی ملازم تھے۔ انہوں

نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے آج تک کوئی روزہ نہیں چھوڑا۔

”ویری گڈ، یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔“ آصف نے کہا۔

”ابماندر چلو“ میں تہیں اپنی اتی سے ملواؤں۔
 وہ اندر داخل ہوئے۔ ابھی چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ
 ٹھٹک کر رک گئے۔
 کوئی ان کے راستے میں کھڑا تھا۔

پہلی بات

”ابو آپ؟“ عابد نے گھبرا کر کہا۔

”ہاں، میں۔ تم ان لوگوں کو یہاں کیوں لاتے ہو؟“ سرور مجید
 کی غزالی ہوئی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس وقت تک وہ
 ان کا جائزہ لے چکے تھے۔ وہ چھوٹے سے قد کے موٹے جسم والے
 آدمی تھے، رنگ سالنولا تھا، آنکھیں سیاہ اور چھوٹی، ناک پکڑا سی۔
 ”کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟“ عابد کے لبھے میں حیرت تھی۔
 ”ہاں، یہ انپیکٹر کامران مرزا کے بچے ہیں۔ تم انہیں یہاں کیوں
 لاتے ہو؟“

”آصف اور آفتاب میرے کلاس فیلو ہیں ابو۔“
 ”ہوں، تب تو ٹھیک ہے۔“ یہ کہتے ہوئے وہ مڑ گئے۔ ان
 کے چند قدم دور جانے کے بعد آفتاب نے سرگوشی کی:
 ”سوال یہ ہے کہ انہیں ڈرائنگ روم میں بیٹھے یہ کس طرح
 معلوم ہو گیا کہ ہم لوگ آئے ہیں۔“

"ہاں، یہ واقعی عجیب بات ہے۔ شاید وہ کالا آدمی ہیں پہچانتا ہے۔ اسی نے انہیں بتایا ہے۔ عابد، اس کا لے آدمی کا نام کیا لیا تھا بابا رمضان نے؟"

"کرمانی، پورا نام عزیز کرمانی ہے۔"
"تو مہربانی فرما کر ہمیں ڈرائنگ روم کی کسی کھڑکی تک لے چلیے۔"
ہم ان کے درمیان ہونے والی گفت گو سننا چاہتے ہیں۔
"آؤ میرے ساتھ۔ گویا تم نے آتے ہی کام شروع کر دیا ہے۔"
عابد نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"ہاں، موقع مل جائے تو پھر چونکا نہیں چاہیے۔"
ڈرائنگ روم کے پچھلی طرف ایک کھڑکی کھلتی تھی۔ عابد نے انہیں وہاں لا کھڑا کیا۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ وہ اس کے دائیں بائیں دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔ سردر مجید اندر داخل ہوئے تھے۔

"کیا معلوم ہوا۔ انیکٹر کا مرزا کے بچے آپ کے ہاں کیوں آئے ہیں؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔ تم تو بس یونی ڈر گئے تھے۔ اسے بھی وہ عابد کے کلاس فیلو ہیں۔"

"ادہ اچھا۔ پھر بھی خیال رکھیے گا۔ کہیں آپ کے مہترانہ انہیں جاسوسی کے لیے نہ لائے ہوں؟"

"بھلا وہ ایسا کیوں کرے گا۔ میری سمجھ میں تو وجہ نہیں آئی۔"
"خیر، تم جانو۔ اس میں تمہارا ہی نقصان ہے۔"

"ہاں ہاں، میں سمجھتا ہوں۔"
"ایک منٹ۔ مجھے عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔ شاید وہ ہماری باتیں سن رہے ہیں۔"
"عزیز کرمانی، تم ضرورت سے زیادہ دہی ہو۔ انہیں ہماری باتیں سننے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟"

"ٹھہریے، میں ذرا اپنا اطمینان کر لوں۔"
ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ آہٹ پیدا کیے بغیر کھڑکی کے پاس سے ہٹ گئے اور جھکے جھکے دوڑ نکل آئے، پھر باغ میں ایک بیچ پر اس طرح بیٹھ گئے، جیسے عابد انہیں وہیں لے آیا ہو۔
"اس کا مطلب ہے، معاملہ مشکل ثابت ہو گا۔" عزت بڑبڑائی۔
"کیا مطلب؟" عابد نے چونک کر پوچھا۔

"تمہارے ابو کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ سب کچھ ہمیں خود ہی معلوم کرنا ہو گا۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔"
"اھ یہ شخص عزیز کرمانی بھی کچھ کم چالاک نہیں ہے۔ بہت خطرناک آدمی جان پڑتا ہے۔ اسے بھی دیکھنا ہے، یہ کہاں رہتا ہے۔ تمہارے والد سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

"ایک بات بتاؤ، یہ یہاں کب سے آتا جاتا ہے، یعنی کتنا عرصہ ہو گیا؟"

"اسے ہم نے چھ ماہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ گاریہ کے جانے کے بعد اس کی آمد شروع ہوئی تھی۔"

"ہول، یہ ایک کام کی بات معلوم ہوئی۔ آصف تیار ہو جاؤ؟"

آفتاب نے چونک کر کہا۔

"تو تم کیوں تیار نہیں ہو جاتے؟" آصف نے جل کر کہا۔

"اس کام میں تم مجھ سے زیادہ ماہر ہو، بلکہ تیز ہو۔ اس لیے تمہیں تیار ہونے کے لیے کہہ رہا ہوں، ورنہ کہنے کو تو میں فرحت سے بھی کہہ سکتا تھا۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں تم دونوں کی نسبت اس کام میں ناکارہ ہوں؟ فرحت نے اسے گھورا۔

"لیکن کس کام میں، یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟" عابد میران ہو کر بولا۔

"بس دیکھتے جاؤ، یہ ذرا جاسوسی قسم کی باتیں ہیں۔" آفتاب مسکرایا۔

"میں سمجھ گیا۔ تم نہیں اٹھو گے، مجھے ہی اٹھنا ہوگا۔" آصف جل بہن کر بولا۔

"شکریہ۔" آفتاب خوش ہو کر بولا۔

آصف اٹھ کھڑا ہوا اور بیرونی دروازے کی طرف چلا گیا۔

"آؤ بھئی، اب ہم اندر چلیں۔" آفتاب نے عابد سے کہا۔

"اور آصف۔"

"وہ بھی تھوڑی دیر تک آجائے گا۔"

دونوں اس کے ساتھ کوٹھی کے اندرونی حصے میں داخل ہوئے۔ ہر چیز سے دولت مندی ٹپک رہی تھی، لیکن انہیں بول محسوس ہوا جیسے درو دیوار سے حسرت ٹپک رہی ہو۔

"اُمی جان، ذرا دیکھیے تو کون آیا ہے؟" ایک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عابد بولا۔ انہوں نے دیکھا، اندر ایک ادھیڑ عمر عورت بستر پر لیٹی تھی اور ایک نوجوان لڑکی ان کا سر دبا رہی تھی۔

"اوہ، تو یہ — یہ —۔۔۔ بیگم سرور نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں، یہ آفتاب اور فرحت ہیں۔ آصف ابھی ابھی کہیں گئے ہیں۔ جلد ہی آجائیں گے۔"

"بہت اچھا کیا آپ لوگ آگئے۔ ہم بہت پریشان تھے۔" لڑکی بولی۔

"یہ میری بڑی بہن نجمہ ہیں۔"

"السلام علیکم، آپ لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی۔ آپ فکر نہ کریں، ہم اس گھر کی خوشیاں ضرور واپس لائیں گے۔" آفتاب نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

عین اسی وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے

جلدی سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر ساکت رہ گئے۔ سرمہ ورمجید اور عزیز کرمانی چلے آ رہے تھے۔ کمرے کے درمیان تک آکر وہ رک گئے۔

”دیکھ لیا آپ نے۔ میں نے ٹھیک کہا تھا نا“

”تو تم لوگ یہاں جاسوسی کے لیے آئے ہو۔“ سرور مجید دھاڑا۔

”آپ۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے، یہ عابد کے کلاس فیلو ہیں۔“ بیگم سرور نے کانپ کر کہا۔

”میں مانتا ہوں، لیکن یہ تو تین آئے تھے۔ ایک ان میں سے کہاں گیا؟ سرور مجید بولے۔

”جی، اسے ایک کام یاد آ گیا تھا“

”بالکل غلط، وہ کوٹھی کے آس پاس ہی کہیں موجود ہوگا اور جب میں باہر نکلوں گا تو وہ میرا تعاقب شروع کر دے گا۔ اگر ایسا نہ ہو تو میں اپنی زبان کٹوانے کے لیے تیار ہوں۔ میں ان لوگوں کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ یہ لوگ یہاں جاسوسی کی غرض سے آئے ہیں۔ اور سرور صاحب، اگر آپ نے انہیں نہیں بلایا تو پھر آپ کے بیوی بچوں نے انہیں بلایا ہے۔ اب فیصلہ آپ کریں گے“ یہاں تک کہ کرمانی خاموش ہو گیا۔

”ہاں میں کروں گا۔ فیصلہ مجھے ہی کرنا چاہیے اور میرا فیصلہ یہ ہے

کہ تم دونوں بھی میرے گھر سے نکل جاؤ، اسی وقت۔ میں تمہاری موجودگی اپنے گھر میں ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتا“

”ابو، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ عابد چیخ اٹھا۔ ”یہ میرے مہمان ہیں“

”نہیں، یہ جاسوس ہیں اور میری جاسوسی کرنے آئے ہیں۔ میرے دوست نے غلط نہیں کہا تھا۔ اگر یہ جاسوسی کی غرض سے نہیں آئے تو اس وقت ان کا تیسرا ساتھی ان کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ ان کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ منہ غصے سے سرخ ہو گئے۔ سب لوگ ساکت کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ایسے میں سرور مجید نے پھر دھاڑ کر کہا:

”اب کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو، نکل جاؤ میرے گھر سے۔“ ”اچھا جناب، شکریہ۔“ آفتاب نے نرم آواز میں کہا اور فرحت کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔

”آفتاب، مجھے بہت افسوس ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ تم لوگوں کے ساتھ میرے گھر میں یہ سلوک بھی ہو سکتا ہے“ عابد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”کوئی بات نہیں عابد، اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔“

یہ الفاظ کہتے ہوئے وہ باہر کی طرف چلے۔

”آج تو بہت بُری ہوئی۔“ فرحت بھٹا کر بولی۔

"کوئی بات نہیں، ایسا بھی ہوتا ہے۔" آفتاب مسکرایا۔
بیرونی دروازے سے نکل رہے تھے کہ رمضان ان کے راستے
میں آگیا اور سرگوشی میں بولا:

"میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر گوہر
سمرائے ہے، اس کے پچھلی طرف ملوں گا۔" یہ کہتے ہوئے وہ آگے
بڑھ گیا۔ انداز ایسا تھا، جیسے ان سے اس نے کچھ بھی نہ کہا ہو۔
"یا اللہ رحم۔ اب یہ حضرت رمضان کیا کہنا چاہتے ہیں۔"
فرحت نے ابھن کے عالم میں کہا۔

"حضرت رمضان تو جو کہنا چاہتے ہیں، ہم سن ہی لیں گے ہوا
تو یہ ہے کہ ان حضرت عزیز کرمانی کا کیا کیا جائے۔ یہ تو کچھ زیادہ
ہی چالاک جان پڑتے ہیں۔"
پڑتے ہوں گے، دیکھ میں گے انہیں بھی۔ فرحت تمہلا کر

بولی۔
کوٹھی سے باہر نکل کر انہوں نے ادھر ادھر دیکھا، لیکن آصف انہیں
کیوں بھی نظر نہ آیا۔

"آصف، تم کہاں ہو۔ ہم تو یہاں ہیں، جہاں سے ہمیں بھی اپنی
کچھ خبر نہیں آتی۔" آفتاب نے گنگنانے کے انداز میں کہا۔
"اشعار کی مٹی پلید کرنا تو کوئی تم سے سیکھے۔"
"اچھا تو سیکھ لو، سکھا دلوں گا، کوئی اعتراض نہیں مجھے۔"

"خیر تو ہے، اس قدر بے اہم ہو کر نکلنے کے باوجود بہت شوخ
ہو رہے ہو۔"

"ایسے میں شوخ بھی نہ ہوں تو کیا کروں۔ آصف تو کیوں نظر
نہیں آتا۔"

"ہوگا تو کیوں آس پاس ہی۔"

اب وہ سڑک پر نکل آئے اور ادھر ادھر دیکھ کر آفریدی
موٹر سائیکل اٹھالی۔ آصف کی موٹر سائیکل غائب تھی۔

"وہ حضرت عزیز کرمانی کی تاک میں ہیں، لیکن مجھے ڈر ہے، کیوں
پوٹ نہ کھا جائیں۔" فرحت بولی۔

"اگر مجھے نظر آجاتا تو ہوشیار تو کر دیتا، نہ جانے کہاں چھپ گیا؟
آفتاب نے جل بھن کر کہا۔

"او، ہم گوہر سمرائے کے پیچھے چلیں۔"

"ہاں، یہ ٹھیک رہے گا، لیکن بڑے میاں نہ جانے کب آئیں۔"

"شاید عزیز کرمانی کے جانے کے فوراً بعد آئے گا اور عزیز کرمانی
بھی اب رخصت ہونے ہی والا ہے۔"

"خدا اسے جلد رخصت کرے۔ عجیب آدمی ہے۔" فرحت نے
بڑا سامنے بنایا۔

دونوں نے ایک دکاندار سے گوہر سمرائے کے بارے میں پوچھا۔
اور اس سمت میں چل پڑے۔ گوہر سمرائے کے پیچھے ایک کھلا میدان تھا،

جہاں بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ وہ بچوں کو کھیلنے دیکھنے لگے۔ بہتر
رمضان آتا نظر آیا۔

”یہیجے، تھا جس کا انتظار وہ آگئے۔“ آفتاب نے پھر گنگنا
کر کہا۔

”آج کیسے تم پر گانے کا بھوت تو سوار نہیں۔“ فرحت نے
منہ بنایا۔

”ارے باپ رے۔ تم سے کتنی مرتبہ کہا ہے، میرے سامنے
جنوں اور بھوتوں کا ذکر نہ کیا کرو۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔“

”نہیں تو، یہ تو تم نے پہلی مرتبہ کہا ہے۔“ فرحت حیران ہو
کر بولی۔

”اوہو! اچھا۔ تب مجھے یاد نہیں رہا ہوگا۔“
اتنے میں رمضان نزدیک آگیا۔

”آئیے رمضان میاں، آپ ہم سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟“
”پہلی بات تو یہ کہ مجھے بہت افسوس ہے۔“

”لیکن کس بات پر؟“ فرحت حیران ہو کر بولی۔
”افسوس کا کیا ہے، کسی بات پر بھی ہو سکتا ہے، تمہیں اتنا
بھی معلوم نہیں۔“ آفتاب بول اٹھا۔

”افسوس اس بات پر کہ آپ کو بہت بے عزت ہو کر
نکلنا پڑا۔“

”اوہ، آپ اس کی فکر نہ کریں۔ ہمیں تو نہ جانے کتنی مرتبہ اس
سے بھی زیادہ بے عزت ہو کر نکلنا پڑا ہے۔“ آفتاب خوش ہو کر بولی۔
”آفتاب، دماغ تو نہیں چل گیا، کیا کہہ رہے ہو۔“

”اوہ، سوری۔ شاید میں کچھ غلط کہ گیا۔ یہ مجھ میں بہت بڑا
عیب ہے۔ موقع محل دیکھیے بغیر کچھ غلط کہ جاتا ہوں۔“
”آپ۔ آپ میری سمجھ میں نہیں آتے۔“ رمضان نے الجھن
کے عالم میں کہا۔

”ایک آپ کی ہی کیا، یہ حضرت تو نہ جلنے کتنوں کی سمجھ میں
نہیں آتے۔“ فرحت مسکرائی۔

”لیکن میں بہت جلدی میں ہوں۔ اگر اس دوران مجھے سرور
صاحب نے بلا لیا اور میں ان تک نہ پہنچا تو ان کا پارہ بہت چڑھ
جائے گا۔ آج کل ان کا پارہ ویسے ہی آسمان سے باتیں کرتا رہتا
ہے۔“

”حیرت ہے، اب پارہ بھی آسمان سے باتیں کرنے لگا۔“
آفتاب بولا۔

”شاید آپ میری بات سننا ہی نہیں چاہتے۔“ رمضان نے
منہ بنا کر کہا اور جانے کے لیے مڑا۔

”ارے ارے، یہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ اگر آپ کی
بات نہ سننا چاہتے تو یہاں آتے ہی کیوں؟“

"تو پھر خدا کے لیے خاموش ہو کر بیٹھے۔ سرور مجید صاحب تباہی کے گڑھے تک پہنچ چکے ہیں۔ وہ اس گڑھے میں گرنے ہی والے ہیں۔ اگر آپ لوگوں نے کچھ نہ کیا تو پھر انہیں کوئی بھی تباہ ہونے سے نہیں بچا سکے گا۔"

"اور انہیں تباہ کرنے والا کون ہے؟ فرحت بولی۔

"یہی عزیز کرماتی اور کون ہو گا۔ جب سے یہ آنے لگا ہے گھر

کے حالات بدل گئے ہیں۔ صاحب کا مزاج بدل گیا ہے۔ اب وہ کسی سے سیدھے منہ بات تک نہیں کرتے۔"

"لیکن ہم کبھی کیا سکتے ہیں؟

"میں آپ کو عزیز کرماتی کا ایک ٹھکانا بتا سکتا ہوں۔"

"ارے اچھا، وہ کیسے؟" آفتاب چونک کر بولا۔

"ایک روز وہ اتفاق سے مجھے وہاں نظر آ گیا تھا۔"

"جلدی بتاؤ بابا،" فرحت پر جوش لہجے میں بولی۔

"اس عمارت کے دروازے پر رابرٹ ایجنسی لکھا ہے۔ یہ عمارت

کوثر روڈ پر واقع ہے۔ دفتر دوسری منزل پر ہے۔ میں ایک روز

ادھر سے گزر رہا تھا تو دوسری منزل کی ایک کھڑکی میں میں نے عزیز

کرماتی کو بالکل صاف طور پر دیکھا۔"

"بہت بہت شکریہ بابا،" آپ نے ہمیں ایک کام کی بات بتائی۔

ہم اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔"

"تو پھر میں چلتا ہوں، اللہ آپ کو کامیاب کرے۔"

"آمین۔" دونوں کے منہ سے نکلا۔

"رابرٹ ایجنسی۔" آفتاب نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"کیا خیال ہے، چلیں؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔ اور اس کیس میں گرنے کے سوا رکھا ہی کیا

ہے۔"

دونوں موٹر سائیکل پر بیٹھے اور کوثر روڈ کی طرف روانہ ہو گئے۔

"ویسے تو آصف بھی اس کا تعاقب کرتا رابرٹ ایجنسی تک پہنچ

جاتا اور ہمیں اس جگہ کے بارے میں معلوم ہو جاتا۔" فرحت بولی۔

"یہ ضروری تو نہیں کہ یہاں سے عزیز کرماتی رابرٹ ایجنسی ہی جاتا۔"

آفتاب نے اعتراض کیا۔

"چلو خیر، ایک بات معلوم ہو گئی۔ اچھا ہی ہوا۔"

آدھ گھنٹے بعد وہ کوثر روڈ پر پہنچ چکے تھے۔ رابرٹ ایجنسی

تلاش کرنے میں انہیں کوئی دقت نہ ہوئی۔ اوپر والے منزل کے

کمرے اور کھڑکیاں کھلی تھیں۔ انہوں نے موٹر سائیکل نیچے کھڑکی کی اور

یڑھیاں چڑھنے لگے۔

آصف نے چند لمحے کے لیے سوچا، پھر موٹر سائیکل کرمانی کے گھر کے سامنے لا کھڑی کی۔ اور اتر کر دروازے پر دستک دے ڈالی۔ ساتھ ہی اس کا دل دھک دھک کرنے لگا، کیونکہ عزیز کرمانی کے گھر کا پتا چلا لینے کے بعد اس کا کام ختم ہو چکا تھا۔ اب اسے مشورہ کیے بغیر کوئی اور قدم نہیں اٹھانا چاہیے تھا، لیکن وہ خود پر قابو نہ پاسکا اور دستک دے بیٹھا۔ فوراً ہی دروازہ کھلا اور ایک بوڑھے آدمی کی تواضع سنائی دی:

”جی، کیا بات ہے؟“

”عزیز کرمانی صاحب سے ملنا ہے۔“

”اندر آ جاؤ، وہ ابھی ابھی باہر سے آئے ہیں، کپڑے بدل رہے ہیں۔“

آصف بوڑھے کے پیچھے اندر داخل ہوا۔ وہ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر باہر نکل گیا۔ آصف نے دیکھا، ڈرائنگ روم بڑی بڑی تصویروں سے سجایا گیا تھا۔ ہر تصویر خوش ناک سی تھی، گویا پورا ڈرائنگ روم خوش ناک منظر پیش کر رہا تھا۔ اسی وقت قدموں کی چاپ سنائی دی اور عزیز کرمانی اندر داخل ہوا۔

”میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ تم ہو گے۔“ اس نے مسکرا کر کہا۔

”اچھا، تب تو آپ اندازہ لگانے میں بہت باہر ہیں۔“ آصف خوش

بُرا ہوا

آصف نے کوٹھی سے باہر نکلنے کے بعد ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر موٹر سائیکل تک آیا اور اس پر سوار ہو کر مین روڈ تک پہنچ گیا۔ یہاں اس نے چاروں طرف کا جائزہ لیا، عزیز کرمانی کسی طرف بھی جاتا اسے اس جگہ سے ضرور گزرنا تھا۔ اسے ایک تنگ سی گلی نظر آئی۔ وقتی طور پر چھپنے کے لیے مناسب جگہ تھی، چنانچہ موٹر سائیکل سمیت گلی میں گھس گیا اور لگا انتظار کرنے۔ آخر قریباً پندرہ منٹ بعد عزیز کرمانی لمبے لمبے ڈگ بھرتا آتا نظر آیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا، پھر ایک گزرتی ٹیکسی کو روکا اور اس میں بیٹھ گیا۔ ایک منٹ بعد آصف اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ یہ تعاقب بیس منٹ تک جاری رہا، پھر عزیز کرمانی ایک گلی کے موڑ پر ٹیکسی سے اترتا نظر آیا۔ اس نے موٹر سائیکل کی رفتار کم نہیں کی، بلکہ آگے نکلتا چلا گیا، پھر واپس پلٹا اور اس گلی میں گھس گیا۔ عزیز کرمانی گلی کے دوسرے سرے پر ایک مکان میں داخل ہوتا نظر آیا۔

ہو کر بولا۔

”ہاں، اور یہ اندازہ تو میں سرور مجید کے گھر میں ہی لگا چکا تھا۔
اور تمہارے بھائی بہن کے سامنے اس کا اظہار بھی کر چکا تھا۔ شاید ان
سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی۔“

”جی نہیں، میں تو دراصل آپ کے تعاقب کے لیے پہلے ہی
سرور صاحب کے گھر سے نکل آیا تھا۔ ان سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔
آصف نے جواب دیا۔“

”تب تو تمہیں یہ سن کر ضرور رنج ہو گا کہ تمہارے بھائی اور بہن
کو سرور صاحب نے اپنی کوٹھی سے نکال دیا ہے، کیونکہ وہ نہیں چاہتے
کہ کوئی ان کے گھر میں جاسوسی کی غرض سے داخل ہو۔“
”اوہو اچھا، خیر کوئی بات نہیں۔ ایسی خبریں سن کر میں رنج
نہیں ہوا کرتا، یہ تو ہمارا روز کا کام ہے۔“ آصف نے خوش ہو کر کہا۔

”یہاں کس لیے آئے ہو؟“

”آپ سے دو دو باتیں کرنے۔“ وہ بولا۔

”تو پھر کرو دو دو باتیں۔“ وہ مسکرایا۔

”پہلی بات تو یہ کہ آپ کا سرور مجید سے کس قسم کا تعلق ہے؟“

”بہت اچھا تعلق ہے، اتنا اچھا کہ تم سوتج بھی نہیں سکتے۔“

”ہاں، سوتج تو میں واقعی نہیں سکتا، کیا آپ سوچنے میں مدد نہیں

دے سکتے۔“ آصف مسکرایا۔

”نہیں، دوسری بات پوچھو۔“

”سرور مجید صاحب کچھ ماہ سے کس اکھن کا شکار ہیں؟“
”بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں۔“ یہ بات تو آپ انہی سے
معلوم کریں۔“

”وہ بتانے پر تیار نہیں۔“

”پھر بھلا میں کس طرح بتا سکتا ہوں۔“

”ہمارا خیال ہے، اس ساری اکھن کی وجہ آپ ہیں۔“

”یہ تمہارا خیال ہے، میرا نہیں۔“ اس نے منہ بنایا۔

”اچھا شکریہ۔“ میں سمجھ گیا، آپ کوئی مدد کرنے پر آمادہ
نہیں ہیں۔“

”نہیں۔“ اس نے فوراً کہا۔

”آپ بھول رہے ہیں۔“ تمہانے بلوا کر بھی آپ سے سوالات
پوچھے جا سکتے ہیں۔“ آصف کو غصہ آ گیا۔

”ضرور بلوالیں۔“ اس نے لاپرواہی سے کہا۔

”اچھا تو پھر میں چلتا ہوں۔“ آصف اٹھ کھڑا ہوا۔

”ضرور تشریف لے جائیے۔“

عین اسی وقت کمرے میں رکھے فون کی گھنٹی بجی۔ عزیز کرمانی
نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا:

”ہیلو، کرمانی بول رہا ہوں۔“

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ کربانی کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔
آخر اس نے کہا :

”ہوں اچھا۔“

یہ کہتے ہوئے اس نے ریسپور رکھ دیا اور آصف کی طرف دیکھا، آصف پہلے ہی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”معلوم ہوتا ہے، آپ نے کوئی بُری خبر سنی ہے۔“

”تم جاؤ، تمہیں کیا۔“ اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

”بہت بہتر؟ وہ بولا اور جانے کے لیے ٹٹا۔ پھر اچانک پٹا

اور بولا :

”تم جو کھیل کھیل رہے ہو، اب وہ جاری نہیں رہ سکے گا۔ فرار ہونے کی کوشش کرو گے، فرار نہیں ہو سکو گے، کیونکہ اس کیس کی باگ ڈور اب ہمارے ہاتھ میں ہے۔“

”نہیں کوئی کھیل کھیل رہا ہوں اور نہ مجھے کسی کا کوئی خوف ہے۔ پہلے تم میرے خلاف کوئی بات ثابت کرو، اس کے بعد بات کرنا۔“ وہ تھمکا کر بولا۔

”اچھا، بہت جلد ملاقات ہوگی۔“ آصف بولا اور باہر کی طرف

قدیم اٹھا دیے۔

طرک پر آکر اس نے شاید کو فون کیا۔ عزیز کربانی اور اس کے گھر کے باسے میں پوری طرح بتانے کے بعد بولا :

”اس شخص کی نگرانی دن رات کی جائے گی اور اسے کسی دوسرے شہر کی طرف فرار ہونے کا موقع بھی نہیں دیا جائے گا۔“

”لیکن اگر وہ کسی دوسرے شہر جانا چاہے تو ہم اسے کس قانون کے تحت روکیں گے؟“

”ایک جرم میں اس پر شبہ کیا جا رہا ہے۔“ آصف بولا۔
”کیا اس جرم کے سلسلے میں شہر کے کسی تھانے میں رپورٹ درج کرائی گئی ہے؟“

”نہیں، رپورٹ تو درج نہیں کرائی گئی۔“

”تب پھر کس طرح روک سکتے ہیں۔“

”اچھا تو پھر رپورٹ ابھی درج ہو جاتی ہے۔“

”ہاں، اس صورت میں ہم اسے روک سکتے ہیں۔“ شاید

بولا۔

”ٹھیک ہے انکل، آپ فکر نہ کریں۔“ یہ کہہ کر اس نے سلسلہ کاٹا اور سرد مجید کے ممبر ڈائل کیے۔ فوراً ہی رمضان کی آواز سنائی دی :

”ہیلو بابا، ذرا عابد کو فون پر بلا دیں۔ میں آصف بول رہا ہوں۔“

”جی بہتر۔“ اس نے کہا۔

جلد ہی عابد کی آواز سنائی دی :

”ہیلو آصف، کیا معاملہ ہے۔“

”پہلے ادھر کی سڑک، میری غیر حاضری میں کیا ہوا؟“

”بہت بُرا ہوا۔ عزیزِ کرمانی کی چالاک کی وجہ سے آفتاب اور

فرحت کو گھر سے نکلنا پڑا۔“

”وہ کیسے؟“ آصف چونک کر بولا۔

عابد نے تفصیل کہ سنائی۔

”خیر، کوئی بات نہیں۔ اب تم یوں کرو کہ اپنے علاقے کے

تھانے میں چلے جاؤ اور وہاں عزیزِ کرمانی کے خلاف رپورٹ درج

کرا دو۔“

”کیا مطلب، کیسی رپورٹ؟“

”پوری کی رپورٹ۔“ اس نے کہا۔

”بھلا آبا جان اس بات کو کب برداشت کریں گے؟“ اس

نے حیران ہو کر کہا۔

”تم انہیں بتاؤ ہی نہیں، بس رپورٹ درج کرا دو اور باقی

سب کچھ ہم پر پھوڑ دو۔ اور ہاں، وہ دونوں کہاں گئے، بتا سکتے

ہو۔“

”پتا نہیں، کچھ کہہ کر نہیں گئے۔“

”تو تم تھانے جا رہے ہو تا۔“

”ہاں، لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

”ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنی کچھ چیزوں کی تفصیل لکھو

دینا اور ہاں، ان چیزوں کو غائب کر دینا۔“

”لیکن بھئی، یہ تو دھوکا ہوگا۔“

”عزیزِ کرمانی بھی تو کوئی بہت بڑا دھوکا دے رہا ہے تمہارے

الو کو اور قانون اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“ آصف نے

جواب دیا۔

”ہوں، تم ٹھیک کہتے ہو، میں اسی وقت جا رہا ہوں۔“

”ٹھیک ہے، میں تمہارے علاقے کے اپنا جارج کو فون کرتا

ہوں۔ تاکہ تمہیں کوئی دقت نہ ہو، ورنہ ہمارے ملک میں تو رپورٹ

درج کرنا بھی ایک مسئلہ ہے۔“ اس نے کہا اور سلسلہ ختم کرنے

کے بعد پھر تھانے کے منبر گھمائے۔ اپنا جارج سے اپنا تعارف کرایا

اور پھر کام بتایا۔

اب اس نے گھر کے منبر ڈائل کیے۔ فوراً ہی انسپکٹر کا ملن مرزا

کی آواز سنائی دی:

”انکل، یہ میں ہوں آصف۔“

”چلو مان لیتا ہوں۔ وہ ہنس کر بولے۔

”آفتاب اور فرحت گھر پہنچ گئے یا نہیں؟“

”نہیں تو۔ کیا تم لوگ الگ الگ ہو چکے ہو؟ انہوں نے

چونک کر کہا۔

"جی ہاں، حالات عجیب و غریب ہیں۔"

"اچھا ہی ہے کہ حالات عجیب و غریب ہیں۔ تم دیکھی تو لو گے۔"

"اور ہمیں سرور مجید کے گھر میں ٹھہرنے کی اجازت بھی نہیں ملی، بلکہ بے آبرو کر کے نکال دیے گئے ہیں۔"

"اوہو اچھا۔ کمال ہے۔ وہ چمک کر بولے۔"

"اب آپ کیا فرماتے ہیں؟"

"پہلے مجھے حالات سناؤ۔" انہوں نے کہا۔

"آصف نے انہیں بھی جلدی جلدی حالات سنائے، پھر بولا:

"اب فرمائیے۔"

"تم نے اب تک جو کچھ کیا، بالکل ٹھیک کیا۔ شاید کو

میں بھی فون کر دیتا ہوں اور اس تھانے کے انچارج کو بھی۔

عزیز کرمانی کو پوچھ گچھ کے لیے تھانے بلوایا جائے گا، لیکن

سوال تو یہ ہے کہ عابد کو اس کے والد کے عصفے سے کس

طرح بچایا جائے۔ جب انہیں معلوم ہوگا کہ ان کے بیٹے نے

ان کے دوست کے فلات چوری کی رپورٹ درج کرائی ہے تو

ان کا عصفہ تو آسمان سے باتیں کرنے لگے گا۔" وہ جلدی جلدی

کہتے چلے گئے۔

"ہوں، بات تو ٹھیک ہے۔ چلیے آپ ہی اس کا حل بتا دیں۔" آصف نے کہا۔

"عابد سے کہو، رپورٹ لکھوانے کے فوراً بعد ہمارے ہاں آجائے۔

اپنے گھر جاتے ہی نہ۔ جب تک یہ معاملہ ختم نہیں ہو جاتا، اس

وقت تک اسے یہیں رہنا ہوگا۔"

"جی ہمت۔ میں اسے فون کر دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور

انسپکٹر لامران مرزا نے رسیور رکھ دیا۔

اب اس نے پھر سرور مجید کے نمبر ڈائل کیے، لیکن عابد گھر

میں نہیں تھا۔ اس نے تھانے کے نمبر ڈائل کیے۔ عابد ابھی تھانے

بھی نہیں پہنچا تھا۔

"انسپکٹر صاحب، مسٹر عابد تھانے پہنچنے ہی والے ہیں۔ جونہی

وہ آئیں، ان سے کہہ دیں کہ اس نمبر پر فون کر لیں۔" یہ کہہ کر

اس نے اس فون کے نمبر لکھوا دیے، جس سے وہ بات کر رہا تھا۔

"اچھی بات ہے۔" دوسری طرف سے انچارج نے کہا۔

آصف کو انتظار کرتے تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے، لیکن تھانے

سے عابد نے فون نہ کیا۔ اس کے تھانے تک پہنچنے میں اتنی دیر

نہیں لگ سکتی تھی۔ اس لیے اس نے پھر تھانے کے نمبر ملائے

اور پھر وہ حیرت زدہ رہ گیا، کیونکہ دوسری طرف سے اپنا رخ نے
کہا تھا :

”میں خود حیران ہوں، مسٹر عابد اب تک یہاں کیوں نہیں

پہنچے۔“

کیا ہو رہا ہے؟

یڑھیاں ختم ہوتے ہی ایک کمرے کا دروازہ نظر آیا۔ اس کے
اوپر والے حصے پر رابرٹ ایجنسی کا بورڈ لگا تھا۔ دروازہ کھلا
تھا اور اندر ایک لڑکی ٹائپ رائیٹر پر بیٹھی ٹائپ کر رہی تھی۔
”اسلام علیکم۔“ انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

”فرمائیے۔“ لڑکی نے سوال کا جواب دیے بغیر کہا۔

”ہیں مسٹر عزیز کرماتی سے ملنا ہے۔“

”عزیز کرماتی۔“ ہاں، وہ ہماری ایجنسی کے کارکن ہیں، لیکن
دفتر میں تو وہ کبھی کبھار ہی آتے ہیں۔ ان کی ڈیوٹی دفتر سے باہر
ہوتی ہے۔“

”وہ ہمیں کہاں مل سکیں گے۔“

”اپنے گھر۔ کیا میں ان کا پتا آپ کو دوں؟“

”جی ہاں ضرور۔ ہم شکر گزار ہوں گے۔“ آفتاب نے فوراً

کہا۔

لڑکی ایک کاغذ پر پتا لکھنے لگی۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور آنکھوں پر عینک لگائے بسے قد کا ایک آدمی باہر نکلا۔ ان پر نظر پڑتے ہی اس نے کہا :

”یہ کون ہیں ڈالی، اور کیا چاہتے ہیں؟“

”یہ — سر یہ مسٹر عزیز کرمانی سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”ڈالی، میرا پہلا سوال یہ تھا کہ یہ کون ہیں۔“ اس نے

منہ بنایا۔

”مم، مسٹر تارن، یہ بات تو میں نے ان سے پوچھی ہی نہیں۔“

لڑکی بکھلائی۔

”اور یہ تمہاری غلطی تھی ڈالی۔ پہلے ان سے ان کے نام

پوچھو، پھر یہ بات کہ انہیں مسٹر عزیز کرمانی سے کیا کام ہے، پھر

مسٹر عزیز کرمانی کو فون کرو۔ انہیں بتاؤ کہ اس نام کے حضرات

ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا انہیں ان کا پتا دے دیا جائے یا

نہیں۔ یہ ہے طریقہ مس ڈالی۔ تم چونکہ نئی ہو، اس لیے ان باتوں

کو نہیں سمجھو گی۔“

”آئی ایم سوری سر۔“ ڈالی نے گھبرا کر کہا۔

”اب میں نے جو کہا ہے، اسی پر عمل کرو۔“ یہ کہہ کر تارن

زینے کی طرف بڑھ گیا۔

”یہ — یہ اس ایجنسی کے مینیجر ہیں۔“ لڑکی نے کانپتی آواز

میں کہا۔

”ہوں، بڑے رعب سے بات کرتے ہیں۔ ملازمین کو شاید

آدمی ہی نہیں سمجھتے۔ تو آپ اس ادارے میں نئی ہیں۔“

”جی، جی ہاں۔“ اس نے کہا، پھر جلدی سے بولی: ”ٹھہریے

پہلے تو میں مسٹر عزیز کرمانی سے بات کر لوں۔“

”رہنے دیجیے، اس کی ضرورت نہیں۔“ یہ بتائیے، آپ کی یہ

ایجنسی کرتی کیا ہے۔“

”لوگوں کے مسائل حل کرتی ہے۔“

”کیا مطلب؟“ دونوں چونک کر بولے۔

”آپ مسائل حل کرنے کا مطلب نہیں سمجھتے۔“ ڈالی نے

حیران ہو کر کہا۔

”مطلب تو ہم سمجھتے ہیں۔ آپ ذرا وضاحت کر دیں۔“

عین اسی وقت میٹرھیوں پر قدموں کی آواز سنائی دی۔

”اوہ، مسٹر تارن آرہے ہیں۔“ آپ کاغذ کی یہ چٹ لے کر

چلے جائیے۔ جلدی کریں، ورنہ وہ ناراض ہوں گے۔“ ڈالی نے

دبی آواز میں کہا۔

انہوں نے چٹ لی اور اٹھ کر زینے کی طرف بڑھے۔ اسی

وقت تارن آتا نظر آیا۔ آفتاب اس وقت تک کاغذ جیب میں

رکھ چکا تھا۔

”کیوں، عزیز کرمانی سے بات ہو گئی۔“

”ٹھیک ہے، پھر کسی وقت آجائیے گا، ان سے اجازت لے لی

جائے گی۔“

”شکریہ جناب۔ آفتاب نے کہا اور دونوں بیڑیاں اترتے پہلے

گئے۔ نیچے اتر کر بورڈ پر نظر ڈالی۔ اس پر دفتر کے اوقات بھی

لکھے ہوئے تھے۔

”کیا خیال ہے فرحت، چھٹی ہونے میں صرف پندرہ منٹ

باقی ہیں۔ ڈالی پندرہ منٹ بعد نیچے آئے گی، کیوں نہ ہم اسی وقت

اس سے بات کر لیں۔“

”ہاں، شاید ہم اس سے کچھ کام کی باتیں معلوم کر سکیں۔“

”لیکن اگر وہ مسٹر تالان کے ساتھ ہی نیچے اتری، تو ہم کوئی

بات نہیں کر سکیں گے۔“

”دیکھا جائے گا۔“ فرحت نے کندھے اچکائے۔

پندرہ منٹ کے انتظار کے بعد ڈالی ایسی آتی نظر آئی۔ وہ قد سے

فاصلے پر کھڑے تھے۔ ڈالی نے نیچے اترتے ہی ایک رکشا روکا

اور اس میں بیٹھ گئی۔ آفتاب اور فرحت کو اسے روکنے کی مہلت

ہی نہ مل سکی۔

”یہ کیا ہوا؟ فرحت نے منہ بنایا۔

”اچھا ہی ہوا۔ اس کے گھر ہم آزادی سے بات کر سکیں گے۔“

آؤ چلیں۔“

دونوں موٹر سائیکل پر بیٹھ کر رستے کے تعاقب میں چل پڑے۔

قریباً بیس منٹ بعد ایک تنگ سی آہادی کے سرے پر رکشا روک

گیا اور ڈالی اترتی نظر آئی، وہ بھی دونوں موٹر سائیکل سے اتر آئے۔

چند منٹ بعد وہ ڈالی کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔

دروازہ کھلا اور ڈالی کی شکل دکھائی دی۔ اس کے چہرے پر حیرت کی

بجلی دوڑ گئی، سچو پکا سی بولی:

”یہ۔۔۔ کیا۔۔۔ آپ لوگ یہاں کس طرح پہنچ گئے؟“

”تعاقب کے ذریعے۔“ فرحت مسکرائی۔

”لیکن اس کی کیا ضرورت تھی؟“

”ضرورت تھی۔ کیا آپ ہمیں چند منٹ نہیں دے سکتیں؟“

”آئیے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ میری ملازمت خطے

میں ڈال کر رہیں گے۔ ملازمت مجھے پہلے ہی بہت مشکل سے ملی ہے

اور جن حالات کا میں شکار ہوں، ان حالات میں ملازمت کے بغیر

کوئی چارہ نہیں۔“

”آپ کن حالات کا شکار ہیں۔“ آفتاب ہمدردانہ لہجے میں

بولی۔

”میرے والد دماغی خرابی کی وجہ سے بالکل بے کار ہو کر رہ

گئے ہیں۔ بڑے بھائی نے ملک سے باہر جا کر شادی کر لی اور

گھر کے خرچ کے لیے کچھ ہے بیچتا۔ مجھ سے چھوٹا بھائی آزاد ہے، کوئی کام کاج نہیں کرتا۔ بیٹیں چھوٹی ہیں اور پڑھ رہی ہیں۔ ان حالات میں گھر کا خرچ کیسے اور میں ملازمت نہ کروں تو کیا کروں؟

"ہوں، آپ کے حالات سن کر رنج ہوا، خیر آپ فکر نہ کریں آپ کی ملازمت پر دلی صحت نہیں آئے گا۔ صرف آیا تو بدلے میں اس سے اچھی ملازمت آپ کو دلا دیں گے۔"

"کیا کیا، آپ ملازمت دلا دیں گے۔" ڈالی غیر یقینی انداز میں مسکراتی۔

"آپ یقین کریں یا نہ کریں، ہم آپ کو ملازمت دلا سکتے ہیں۔"

"خیر خیر، یہ بعد کی بات ہے، اندر آجائیے۔"

وہ انہیں ایک کمرے میں لے آئی۔ یہاں چند کرسیاں ایک میز کے گرد موجود تھیں۔ وہ ان پر بیٹھ گئے تو آفتاب بولا:

"اب ذرا اپنی ایجنسی کے بارے میں بتا دیں، یہ کس طرح لوگوں کے مسائل حل کرتی ہے؟"

"بے روزگاروں کو ملازمتیں دلاتی ہے، جن لوگوں کو سکولوں اور کالجوں میں داخلے نہیں ملتے، انہیں داخلہ دلوانے میں مدد کرتی ہے اور میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کا

قرض ادا نہیں کر رہا تو ایجنسی ایسا انتظام کر لیتی ہے کہ وہ شخص قرض کی رقم لے کر حاضر ہو جاتا ہے۔ آپ کو بس ایجنسی کی فیس ادا کرنا پڑے گی۔"

"ارے، حیرت ہے، آخر ایسا کس طرح ہو جاتا ہے۔ میرا مطلب ہے، مقروض قرض کس طرح دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے؟"

"جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میں اس ادارے میں نہیں ہوں۔ اس لیے اتنی تفصیل نہیں بتا سکتی۔" اس نے کہا۔

"ہاں، یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ ابھا، یہ عزیز کرانی کیا آدمی ہے؟"

"بہت ہی ظالم قسم کا۔ مسٹر تارن سے تو ذرا ادب سے بات کرتا ہے اور ہر ایک کارکن سے بہت سخت لہجے میں بولتا ہے؟"

"اور مسٹر تارن؟"

"وہ بھی نرم آدمی نہیں ہیں، بہر حال مجھے تو اپنی روزی کمانا ہے۔"

"اس ادارے کا مالک کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی، میں نے اسے آج تک نہیں دیکھا۔ یہ لوگ اسے باس کے نام سے پکارتے ہیں۔ بات چیت کے دوران اس قسم کے جملے سننے میں آتے ہیں۔ باس اسے پسند نہیں کرے گا، اس سلسلے میں پہلے باس سے مشورہ کیا جائے گا۔ باس سے بات

چیت کرنا مسٹر تارن کی ذمہ داری ہے۔ کوئی اور ان سے بات نہیں کر سکتا۔

”ہوں، کیا عزیز کرمانی کوئی خاص کارکن ہے؟“
”ہاں، مسٹر تارن کے بعد اسٹی کا منبر ہے۔ مل، لیکن آخر آپ یہ باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں۔“

”ابھی ہم وضاحت نہیں کر سکتے، لیکن بہت جلد آپ کو بتائیں گے۔ کیا آپ ہمیں اس ادارے کے بارے میں کچھ اور بتا سکتی ہیں۔ کوئی ایسی بات جو ہم پوچھ نہ سکے ہوں اور آپ کو معلوم ہو۔“

”ہاں، اس ادارے کا اجلاس ہر ماہ کی بیس تاریخ کو ہوتا ہے۔ اس اجلاس میں تمام کارکن شرکت کرتے ہیں؛ البتہ باس اس میں بھی نظر نہیں آتے۔“

”اور کیا اس اجلاس میں آپ کو بھی شریک کیا جاتا ہے۔“
”جی نہیں، میں تو ٹائپ رائیٹر ہوں۔ ٹائپ مشین پر ہی بیٹھی

رہتی ہوں۔ وہ بولی۔
”گویا آپ کو نہیں معلوم، اجلاس میں کیا کچھ کارروائی ہوتی

ہے؟“
”نہیں۔“
”آپ کو کس قسم کے کاغذات ٹائپ کرنا پڑتے ہیں؟“

”عام طور پر واجبات کی وصولی کے۔ لوگوں کو خط لکھواتے جاتے ہیں کہ ہمارا کارندہ فلاں تاریخ کو آپ سے واجبات وصول کرنے آئے گا۔“

”تو کیا یہ ادارہ معاوضہ بعد میں وصول کرتا ہے؟“
”جی، پتا نہیں۔“

”ہوں خیر، آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اب ہمیں اجازت دیں۔“
”ہرگز نہیں۔ ڈالی نے سخت لمحے میں کہا۔“
”جی، کیا مطلب؟“

”مجھ سے تو سب کچھ پوچھ لیا اور اپنے بارے میں ایک لفظ نہیں بتایا۔ پہلے یہ بتائیں، آپ کون ہیں۔ اور رابرٹ ایجنسی کے بارے میں کیسی چھان بین کر رہے ہیں؟“
”ہمارے ایک دوست کا گھرانا ان دونوں پریشانیوں کا شکار ہے اور ہمارا خیال ہے کہ ان کی پریشانیوں کی وجہ رابرٹ ایجنسی ہے۔“

”اوہ، لیکن آپ دونوں بھلا اس ایجنسی کے خلاف کیا کریں گے۔“

”ہم اس بات کا جائزہ لے رہے ہیں کہ اس کے خلاف کیا کیا جاسکتا ہے۔“

”اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی، ڈالی چونک اٹھی اور

بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”آپ گھبرا کیوں گئیں؟“

”نہ جانے کون آگیا۔ گھر کے سب افراد تو گھر میں ہی موجود

ہیں۔“

”اوہ خیر، فکر کی کوئی بات نہیں۔ آپ جا کر دروازہ کھول دیں۔“

آفتاب نے کہا۔

ڈالی چلی گئی تو فرحت بولی :

”کیا خیال ہے آفتاب؟“

”بہت نیک، لیکن تم کس سلسلے میں پوچھ رہی ہو؟“

”جب تمہیں معلوم نہیں تو بہت نیک کس طرح کہہ دیا۔“

”اس لیے کہ خیال تو نیک ہی ہونا چاہیے۔“ آفتاب مسکرایا۔

”میں اس لڑکی کی بات کر رہی ہوں۔“

”یہ لڑکی بھی کچھ کم نیک نہیں۔“ آفتاب نے کہا۔

”میرا مطلب ہے، کیا ہم اس کی باتوں پر یقین کر سکتے ہیں؟“

”یقین نہ کرنے کی بھلا کیا وجہ ہو سکتی ہے؟“

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے دیکھا،

ڈالی کے ساتھ مسٹر تارن چلا آ رہا تھا اور ڈالی کے چہرے پر زلزلے

کے آثار تھے۔



آصف کی پریشانی بڑھ گئی۔ اس نے ایک بار پھر سرور مجید کے

گھر کے نمبر ڈال کیے۔ جلد ہی رمضان کی آواز سنائی دی :

”ہیلو بابا رمضان، میں آصف بول رہا ہوں۔ کیا عابد گھر میں

موجود ہے؟“

”نہیں تو۔ میں بتا تو چکا ہوں، تھانے تک گئے ہیں، لیکن صرف

مجھے بتا کر۔“

”ہوں، اکھن یہ ہے کہ وہ ابھی تک تھانے نہیں پہنچا جب

کہ تقریباً پندرہ منٹ پہلے اسے تھانے پہنچ جانا چاہیے تھا۔ آصف

نے کہا۔

”اوہ، یہ تو واقعی اکھن کی بات ہے، آخر وہ کہاں رہ گئے۔ کیا

آپ تھانے فون کر کے معلوم کر چکے ہیں؟“

”ہاں بالکل، وہ وہاں نہیں پہنچے، اسی لیے تو میں نے ابھر

فون کیا ہے۔“

”ات، یہ کیا ہو رہا ہے، اب کیا ہوگا۔“ رمضان نے کانپتی

آواز میں کہا۔

”یہ واقعی پریشان کن بات ہے۔ خیر، میں دیکھتا ہوں۔ اس

سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے۔ یہ کہہ کر آصف نے ریسپور رکھ دیا اور سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کی انجمن لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ آخر وہ عزیز کرمانی کے گھر کی طرف چل پڑا۔ اس وقت تک اس معاملے میں اگر کسی کا ہاتھ نظر آیا تھا تو وہ کرمانی ہی تھا۔ اس نے خیال کیا، شاید کرمانی نے ہی عابد کو غائب کیا ہے۔ ٹرک کے کنارے ایک سادہ لباس والا کھڑا نظر آیا۔ اس کے غصہ انداز سے آصف نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ وہ شاہد کا آدمی ہے، چنانچہ اس کے نزدیک جا کر بولا:

"کیا وہ ابھی تک گھر میں ہی ہے؟"

"جس کی نگرانی پر آپ کو اٹکل شاہد نے مقرر کیا ہے؟"

"اوہو، آپ مسٹر عارف تو نہیں۔"

"نہیں، میں صرف آصف ہوں، اب بتائیے۔"

"ہاں، وہ گھر میں ہی ہے۔ ذرا دیر کے لیے بھی گھر سے نہیں نکلا۔"

"دیری لگڈ۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور عزیز کرمانی کے دروازے پر دستک دی، لیکن دستک کے جواب میں کسی نے دروازہ نہ کھولا تو اسے بہت حیرت ہوئی۔ اس نے ایک بار پھر دروازے پر دستک دی اور پھلے کی نسبت زیادہ زور سے دی۔ اب بھی اندر کسی کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا۔ آخر وہ ٹرک کے

کنارے پر آیا اور بولا:

"معلوم ہوتا ہے، آپ دھوکا کھا گئے ہیں۔"

"کیا مطلب، دھوکا کیسے؟"

"عزیز کرمانی کے گھر میں کوئی بھی نہیں ہے۔ میں نے دو

مرتبہ دستک دی، لیکن دروازہ کھولنے کوئی نہیں آیا۔"

"اوہ، پھر اب کیا کریں۔"

"کسی نہ کسی طرح دروازہ کھلوانا ہوگا۔ آئیے میرے ساتھ۔"

آصف بولا۔

"کیوں نہ پہلے انیسٹر صاحب سے اجازت لے لی جائے؟"

"فکر نہ کریں، میں ذمے دار ہوں، وہ آپ پر نہیں بگڑیں

گے۔" آصف نے فوراً کہا۔

"اچھا چلیے۔"

دونوں دروازے پر پہنچے اور زور زور سے دستک دینا شروع

کی۔ یہاں تک کہ محلے کے کئی لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ ان

میں سے ایک نے کہا:

"کیا معاملہ ہے جناب؟"

"ہمیں عزیز صاحب سے ملنا ہے۔ دروازہ اندر سے بند

ہے، لیکن دروازہ کوئی نہیں کھول رہا۔ کیس اندر کوئی گر پڑا تو

نہیں۔"

"عزیز کرمانی تو یوں بھی اکیلا آدمی ہے۔ اگر اس کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہو گئی تو کسی کو پتا نہیں چل سکے گا۔" ایک پڑوسی بولا۔
 "تب پھر اس کا یہی طریقہ ہے کہ دروازہ توڑ کر دیکھ لیا جائے۔"
 "ہاں، اب یہی کرنا ہو گا۔ کیا آپ سب لوگ دروازہ توڑنے کی اجازت دیتے ہیں۔"

"ہاں، اس کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے؟"

اور دروازہ توڑنے کی کوشش شروع کر دی گئی۔ باری باری سب نے زور لگائے، آخر دس منٹ کی کوشش کے بعد کیس جلا کر دروازہ ٹوٹا۔ ادھر دروازہ ٹوٹا، ادھر پیچھے سے کسی نے بلند آواز میں کہا:

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

زور دار خیال

"مس ڈالی، ان لوگوں کا تمہارے ہاں کیا کام؟"
 "جی بس ایسے ہی ملنے چلے آئے ہیں۔ ڈالی نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔"

"لیکن، یہ تو آج دفتر میں بھی آئے تھے اور مسٹر عزیز کرمانی کا پتا معلوم کر رہے تھے۔ تو کیا اس وقت بھی یہ عزیز کرمانی کا پتا پوچھ رہے تھے؟"

"جی نہیں تو۔"

"کیا میں تم دونوں کی جیبوں کی تلاشی لے سکتا ہوں؟"

"وہ کیوں، کیا ہم چور ہیں؟" آفتاب نے بھنٹا کر کہا۔

"میرا خیال ہے، مس ڈالی نے تم لوگوں کو عزیز کرمانی کا پتا لکھ کر دیا ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو گویا ادارے سے غداری کی ہے۔ ادارے سے غداری کرنے والا ادارے میں نہیں رہ سکتا، لہذا جس چٹ پر انہوں نے پتا لکھ کر دیا ہے وہ میرا۔"

حوالے کر دو، تاکہ ثبوت مکمل ہو جائے۔
 "نہیں، ہم یہاں عزیز کرمانی کا پتا معلوم کرنے نہیں

آئے تھے۔"

"تو ادارے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئے ہوں گے۔" تارن نے کہا۔

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔"

"اور مس ڈالی نے آپ کو ادارے کے بارے میں باتیں

بتائی ہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے، جو باتیں یہ بتا سکتی تھیں، بتائی ہیں۔"

"تب تو انہیں ملازمت سے نکالا جاسکتا ہے۔"

"نہیں، نہیں۔۔۔۔۔ ڈالی نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"اب مجھے اس چٹ کی بھی ضرورت نہیں، جو تم نے انہیں لکھ

کر دی ہے۔" ہاں مس ڈالی، تم کل سے دفتر نہیں آؤ گی۔ پہلی

تاریخ کو اپنا حساب کتاب لے لینا آ کر۔"

"یہ۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔"

"ہمارے ادارے میں رازداری پہلی شرط ہے اور مس ڈالی

آپ کو ملازم رکھتے وقت یہ شرط بتا دی گئی تھی۔"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔" ڈالی نے کھوٹے کھوٹے لہجے میں کہا۔

"اگر یہ ٹھیک ہے تو پھر تمہیں ملازمت سے کیوں نہ نکالا جائے۔"

یہ کہتے ہوئے تارن مڑا اور باہر نکل گیا۔ ڈالی چتر کے بت کی مانند کھڑی رہ گئی۔

"ڈالی صاحبہ، آپ کو کیا ہو گیا۔ اس قدر فکر مند ہونے کی

ضرورت نہیں۔" فرحت نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"آپ کو کیا معلوم۔ یہ ملازمت کتنی مشکلوں سے ملی تھی۔"

"ہم آپ کے لیے نئی ملازمت کا بندوبست کر دیں گے اور

ایسا فوری طور پر ہو جائے گا، بلکہ ابھی لیجیے۔" یہ کہہ کر وہ

باہر نکل آئے۔

پبلک فون بوتھ سے آفتاب نے گھر کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری

طرف سے انپکٹر کامران مرزا نے مافوق گوارد لہجے میں کہا:

"تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"جی، سرور مجید کے کیس پر کام۔ اس کے علاوہ ہم کیا کر

سکتے ہیں۔"

"ہوں، اس وقت تک کیا تیر مارا؟"

"جی، عرض کیے دیتا ہوں۔ ویسے آبا جہان، آج کل تیر مارنے

کے زمانے کہاں رہے۔"

"اچھا تو جو کچھ مارا ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرو۔" انہوں

نے ہنس کر کہا۔

آفتاب نے تفصیل کہ سنائی، پھر بولا:

”اس لڑکی کو فوری طور پر ملازمت دلوانی ہے آبا جان۔“

”اچھی بات ہے، بندوبست ہو جائے گا، فکر نہ کرو۔“

”شکریہ آبا جان، آصف کی کوئی اطلاع۔“

”آصف بھی اسی سلسلے میں چکرا رہا ہے۔ عابد غائب ہے۔

نہ جانے کیا ہو رہا ہے۔“

”عابد غائب ہے۔ ارے، وہ کیسے؟“

”آصف نے اس سے درخواست کی تھی کہ اپنے علاقے کے

تھلنے میں جا کر عزیز کرمانی کے خلاف چوری کی رپورٹ درج کرا

دے، تاکہ اس شہر سے باہر جانے سے روکا جاسکے۔ عابد گھر سے

نکلا، لیکن تھکانے تک نہیں پہنچ سکا۔“

”تو کیا آصف نے عزیز کرمانی کے گھر کی تلاشی نہیں لی؟“

”اب شاید وہ یہی کچھ کر رہا ہوگا۔ تم اگر فارغ ہو تو

وہیں چلے جاؤ۔ پتا میں لکھوائے دیتا ہوں۔“

”شکریہ آبا جان، پتا ہمارے پاس ہے۔ آپ نکر نہ کریں بس

ڈالی نے یہیں لکھ کر دے دیا تھا۔ اسی لیے تو بے چاری کو ملازمت

سے نکال دیا گیا۔“

”ہوں، کافی تیزی سے آگے بڑھ رہے ہو اور ایسا معلوم

ہوتا ہے، جیسے اس مرتبہ میری مدد کے بغیر ہی کیس حل کر لو گے۔“

”انپکٹر کامران مرزا بولے۔“

”لیکن آبا جان، ابھی تک تو ہم معاملے کا سر پیر کچھ بھی نہیں

سمجھ سکے۔“

”پروا نہ کرو۔ کوشش کیے جاؤ۔“

”جی بہتر۔“

وہ پھر ڈالی کے گھر آئے۔ اسے فوری طور پر ملازمت کا

بندوبست ہو جانے کی خبر سنائی۔ اپنے گھر کا پتا لکھ کر دیا،

اور کہا :

”کل صبح اس پتے پر پہنچ جانا۔“

بہن ہی ڈالی نے پتے پر نظریں دوڑائیں۔ اس کی حیرت

کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حیرت کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں میں خوں

دوڑ گیا۔

”خیر تو ہے، آپ خوں زدہ ہو گئیں۔“

”تت۔ تت۔ تت تو آپ انپکٹر کامران مرزا کے بچے ہیں؟“

”ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔“ آفتاب بولا۔

”لیکن اس میں خوں زدہ ہونے کی کیا بات ہے؟“

”ایک روز میں ان کی کچھ باتیں سننے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

گفت گو میں انپکٹر کامران مرزا کا نام آیا تھا۔“

”یہ کوئی خاص بات نہیں۔ اگر یہ ادارہ مجرموں کا کوئی ادارہ

ہے تو یہ لوگ میرے آبا جان کا ذکر ضرور کر سکتے ہیں۔ مجرم لوگ

ان سے عام طور پر خوف زدہ رہتے ہیں اور دُور دُور رہنے کی
کوشش کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے، کسی سلسلے میں یہ کہا گیا ہو کہ
ہمیں ذرا انٹیکٹر کا مران مرزا سے بچ کر رہنا ہو گا۔
"خیر، میں پوری گفت گو تو سن نہیں سکی تھی، ڈالی
نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں، ہم یہ بات آبا جہاں کو بتا دیں گے۔ اب
ہم چلتے ہیں، شاید پھر آئیں گے۔ آپ کل گھر پہنچ جائیے گا۔ کل
ہی آپ کو ملازمت مل جائے گی انشاء اللہ۔
"بہت بہت شکریہ۔ اس نے کہا۔ ساتھ ہی آنکھوں میں
آنسو جھلکانے لگے۔

وہ باہر آئے۔ اور عزیز کرمانی کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔
سڑک پر موٹر سائیکل سے اتر کر جب گلی میں داخل ہوئے تو
دال ایک ہجوم نظر آیا۔



انہوں نے مڑ کر دیکھا تو عزیز کرمانی کی آنکھیں شعلے اگل رہی
تھیں۔ آصف اسے دیکھ کر دھک سے رہ گیا، پھر سنبھل کر بولا:
"ارے، آپ تو یہ رہے، لیکن پھر گھر کا دروازہ اندر سے

کیوں بند تھا؟
"میں پوچھتا ہوں، میرے گھر کا دروازہ کس خوشی میں توڑا
گیا ہے۔ عزیز کرمانی دھاڑ کر بولا۔

"میں نے آپ کے دروازے پر دستک دی تھی۔ دروازہ
نہیں کھلا، پھر دستک دی۔ اس کے بعد محنت کے لوگوں کو
جمع کیا، کیونکہ دروازہ اندر سے بند تھا، اگر باہر تالا لگا ہوا ہوتا
تو فکر کی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم نے خیال کیا، کہیں آپ
اللہ کو پیارے تو نہیں ہو گئے۔ بس یہی سوچ کر سب نے دروازہ
توڑنے کا پروگرام بنایا۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ دروازہ اندر
سے بند کر کے بھی گھر سے باہر ہو سکتے ہیں تو ہرگز یہ کام نہ
کرتے۔ امید ہے، آپ نے برا نہیں مانا ہو گا۔
"تو اس کام پر لوگوں کو تم نے اکسایا تھا؟ عزیز کرمانی
گر جا۔

"جی ہاں، میرے علاوہ اسکا بھی کون سکتا تھا، کیونکہ دستک
تو میں نے ہی دی تھی۔ ملنا تو آپ سے میں ہی چاہتا تھا۔
"ہوں، ابھی دال آٹے کا بھاد معلوم ہو جاتا ہے۔
"ارے، تو کیا آپ آٹے دال کا کاروبار کرتے ہیں؟ آصف
حیران رہ گیا۔

"بحومت، اور دال یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"بھلا میں کیوں بھاگوں گا۔ میرے پاس تو موٹر سائیکل موجود ہے۔
اس پر بیٹھ کر جاسکتا ہوں!" اس نے کہا۔
اسی وقت بھاری قدموں کی آواز گونجی۔ انہوں نے چونک کر اس طرف دیکھا تو پولیس والے بڑی آن بان سے چلے آ رہے تھے۔

"آپ میں سے عزیز کرمانی کون ہیں؟"
"میں ہوں جناب، میں نے ہی آپ کو فون کیا تھا۔"
"تو اس ٹوٹے ہوئے دروازے والے مکان کے مالک آپ ہیں؟ سب انسپکٹر نے آگے بڑھ کر کہا۔
"ہاں، اور دروازہ توڑنے والا یہ ہے۔ اس کا ارادہ چوری کرنے کا تھا۔"

"ادھو اچھا، دن کے وقت، سب کے سامنے دروازہ توڑ کر چوری کرنے کا ارادہ۔ کمال ہے، اتنی دلیری تو کبھی دیکھی نہ سنی۔
خیر، آج دیکھ بھی لی اور سن بھی لی — آپ فکر نہ کریں۔ یہ ابھی آپس بایس شائیں بھول جائے گا۔"

"معاف کیجیے جناب، ابھی آپ نے صرف ان کی بات سنی ہے، میرا بیان نہیں سنا۔ پچھلے آپ میرا بیان سن لیں اور ان سب لوگوں سے گواہی لے لیں۔ اگر اس کے بعد بھی میں چور ثابت ہوں تو ضرور مجھے یہاں سے ہٹا کر لگا کر لے جائیں۔"

"چلو تم بھی بیان سنا دو اپنا۔ سب انسپکٹر نے گڈھے اچکائے۔
آصف نے جلدی جلدی ساری تفصیل کہہ سنائی۔ محلے داروں نے اس کی بات کی تصدیق کی اور اس کے بعد آصف نے کہا:
"اب آپ کیا کہتے ہیں؟"
"میں حیران ہوں کہ اب کیا کہوں۔ کیوں کرمانی صاحب، اب مجھے کیا کہنا چاہیے۔"

"جی، بھلا میں کیا بتاؤں — یہ کام آپ کا ہے۔ مجرم کو گرفتار کر کے تھانے لے جائیے۔ جب وہاں اس کے دو چار لگیں گے تو فوراً چوری کا اقرار کر لے گا۔"
"لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کے پاس دروازہ توڑنے کی بہت معقول وجہ تھی۔"

"حیرت ہے، آپ اسے معقول وجہ کہہ رہے ہیں۔ عزیز کرمانی نے حیران ہو کر کہا۔

"انسپکٹر صاحب، ان سے یہ بھی تو پوچھیے، گھر کا دروازہ ہنڈر سے بند ہوتے ہوئے یہ لگی میں کس طرح آ گئے۔"

"میں شور سن کر پچھلے دروازے سے نکلا تھا۔ دراصل میں سو رہا تھا۔ دروازے پر پڑنے والی چوٹوں کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ فوراً ہی میں پچھلے دروازے سے باہر نکلا — میں نے دیکھا، یہ لوگ دروازہ توڑ رہے تھے؛ پچانچہ میں نے پولیس کو فون کر دیا۔"

ان حالات میں میں اور کیا کر سکتا تھا؟ اس نے جلدی جلدی کہا۔
 "آپ یہ کر سکتے تھے کہ ان لوگوں کو روک دیتے اور بتا دیتے
 کہ میں مکان کا مالک ہوں، دروازہ کس لیے توڑا جا رہا ہے۔ یہ
 لوگ رک جاتے اور دروازہ نہ ٹوٹتا، لیکن آپ نے انہیں تو
 اپنا کام کرنے دیا اور خود ہمیں فون کر دیا، پھر مزے سے
 دروازہ ٹوٹتے دیکھتے رہے۔ یہ کیا بات ہوئی؟" سب انپکٹر
 نے طنز بھرنے لگے میں کہا۔

"پتا نہیں، یہ کیا بات ہوئی۔ میرا نقصان کون پورا کرے گا؟"
 "آپ — یہ غلطی آپ کی ہے۔" سب انپکٹر بولا۔
 "گویا مجھے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا؟"
 "اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ عدالت بھی آپ ہی
 کی غلطی نکالے گی۔ جتنے پیسے آپ مقدم بازی پر لگائیں گے
 اتنے پیسوں میں تو دروازہ لگ جائے گا؟"
 "خیر، میں دیکھوں گا۔" اس نے کہا اور گھر میں گھس گیا۔
 "آپ کو بھی دروازہ توڑنے میں اتنی جلدی نہیں کرنا چاہیے
 تھی۔" سب انپکٹر نرم لہجے میں بولا۔

"ہم سمجھتے تھے، کہیں یہ اندر پڑے پڑے مرنے گئے ہوں؟"
 آصف نے منہ بنایا۔ سب انپکٹر مسکرا دیا، پھر چونک کر بولا:
 "ارے، مگر آپ کو ان سے کام کیا تھا؟"

"ارے ہاں، وہ کام تو رہ ہی گیا۔ لا حول ولا قوۃ۔"
 "یہ لا حول ولا قوۃ کس خوشی میں کہہ رہے ہو؟ آصف نے
 آفتاب کی آواز سنی۔
 "خدا کا شکر ہے، تمہاری آواز سنائی دی، میں تو ترس
 گیا تھا۔" آصف چمک کر بولا۔
 "کیوں، کیا مدتوں کے پھڑپھڑے ہوئے، میں ہم لوگ؟" آفتاب
 نے منہ بنایا۔

"ارے، یہ کیا ہوا؟ فرحت ٹوٹے دروازے کو دیکھ کر چونک
 اٹھی۔
 آصف نے جلدی جلدی انہیں بھی دروازہ ٹوٹنے کی تفصیل
 سنائی۔
 "اور تم نے ابھی تک عزیز کرمانی صاحب سے ملاقات
 نہیں کی۔"

"نہیں، اس جھگڑے میں ملاقات کرنے کا سوال ہی پیدا
 نہیں ہو سکا۔" آصف بولا۔
 "تو اب پیدا ہو جائے گا سوال، آؤ؟" آفتاب نے آگے
 بڑھ کر کہا۔

"ارے ارے، یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ سب انپکٹر
 نے حیران ہو کر کہا۔

”لیکن جناب، کیا ہم کوئی خلافت قانون کام کر رہے ہیں؟“

”مسٹر عزیز کرمائی آپ کو کاٹ کھائیں گے۔“

”اوہ، ہمیں معلوم نہیں تھا، وہ کھکنے ہیں۔“

”حم، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ آپ لوگ کچھ عجیب سے

ہیں۔ آپ کے نام کیا ہیں؟“

”بتاؤ بھتی آصف، انہیں اپنے نام بتاؤ۔“ آفتاب بولا۔

”کیوں، تم اگر نام بتا دو گے تو کیا زبان گھس جائے گی؟“

”خیر، میں بتا دیتا ہوں۔“ مینے جناب، ہمارے نام آفتاب

آصف اور فرحت ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ سب انپکٹر زور سے اچھلا۔

”لو۔ اب ناموں کا مطلب بھی بتاؤ۔“ آفتاب نے منہ بنایا۔

”تت، تو آپ۔ آپ۔۔۔۔۔ سب انپکٹر ہلکا کر رہ گیا۔

”جی ہاں، آپ بالکل ٹھیک سمجھے، ہم وہی ہیں۔ اب ذرا ہمیں

اپنا کام کرنے دیجیے۔“ آفتاب نے کہا اور آگے بڑھ کر ٹوٹے

ہوئے دروازے کی کندھی کھٹکھٹائی۔ ایسے میں آصف کے منہ سے نکلا

”ارے، یہ حضرت کہاں چلے گئے؟“

”کون حضرت؟“ فرحت چونک کر بولی۔

”انگل شاہد کے ایک ماتحت۔ ابھی تو یہیں تھے۔“ حیرت

ہے۔“

اسی وقت عزیز کرمائی کی صورت اچانک بدلتی رہی۔

اس کا چہرہ پھر سرخ ہو گیا۔

”اب کیا ہے؟ وہ دھاڑا۔“

”وہی جو پیٹے تھا۔“ آصف نے آگے بڑھ کر کہا۔

”کیا مطلب؟“

”میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ اسی مقصد کے لیے دروازے

پر دستک دی تھی، لیکن پھر دروازے کو توڑنے کا مسکہ شروع

ہو گیا۔ بعد میں آپ سے ملاقات بھی ہوئی، لیکن وہ بات تو رہ

ہی گئی جو میں آپ سے کرنے آیا تھا۔ اب وہی بات کرنے کے

لیے پھر دستک دی ہے۔“ شکریہ۔ اس مرتبہ آپ آگے ورنہ۔۔۔

آصف کہتے کہتے دک گیا۔

”ورنہ سے آگے تم کیا کہنا چاہتے تھے؟“

”ورنہ یہ کہ ہمیں پھر دروازہ توڑنا پڑتا، لیکن میں حیران ہوں

ٹوٹے ہوئے دروازے کو کس طرح توڑا جاسکے گا۔“

”تم لوگوں کا ضرور دماغ چل گیا ہے۔“ اس نے تمکلا کر

کہا۔

”معاف کیجیے گا جناب، آپ شاید نہیں جانتے۔ یہ انپکٹر

کا مرزا کے بچے ہیں۔“

”تو کیا آپ نے اسی لیے انہیں چوری کے الزام میں گرفتار

ہیں کیا " عزیز کرمانی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"جی نہیں، یہ بات نہیں۔ اگر یہ چور ثابت ہو جاتے تو میں

انہیں ضرور گرفتار کرتا "۔

"آپ ثابت ہی نہ کرنا چاہیں تو کس طرح ہو سکتے ہیں۔

ماں تو آپ لوگ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں "۔

"جی ماں، یہی بات ہے "۔

"لیکن میں تم لوگوں سے نہیں ملنا چاہتا "۔

"آپ کو ملنا پڑے گا؛ ورنہ آپ بہت زیادہ نقصان میں

رہیں گے "۔

"یہ گیدڑ جھکی کسی اور کو دینا "۔ اس نے ماتھ ہوا میں

لہرایا، جیسے مکھیال اٹلی ہوں "۔

"اچھا تو پھر ہم آپ پر سرور مجید کے بیٹے عابد کے اغوا

کا الزام عاید کرتے ہیں۔ اب ہمیں آپ کے گھر کے وارنٹ

لانا ہوں گے۔ آصف اور فرحت تم دونوں یہیں موجود رہو۔ تم

میں سے ایک مکان کے پچھلے حصے کی طرف چلا جائے۔ میں

وارنٹ کے لیے ابھی فون کر کے آتا ہوں "۔

"وارنٹ، کیسے وارنٹ؟"

"تلاشی کے وارنٹ، گرفتاری کے نہیں۔ ماں اگر عابد برآمد

ہو گیا تو گرفتاری کے وارنٹ بھی لانا ہوں گے "۔

اور اگر عابد میرے گھر سے برآمد نہ ہوا تو میں ہتک عزت کا
دعویٰ کر دوں گا "۔ عزیز کرمانی نے گویا دھکی دی۔

"ضرور کر دیجیے گا " آفتاب نے کہا اور جلد جلد قدم اٹھاتا چلا

گیا۔ آصف مکان کے پچھلے حصے کی طرف گیا، لیکن پھر فوراً ہی واپس

گیا۔

"یہ اغوا کا کیا معاملہ ہے بھئی۔ اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ آخر

میرا علاقہ ہے "۔ سب انپکڑنے پریشان ہو کر پوچھا۔

"ماں، یہ بھی ٹھیک ہے، تو پھر سینے "۔ آصف نے کہا اور

مختصر طور پر حالات کہ سنائے۔

"اور عابد کے سلسلے میں ہی میں یہاں آیا تھا "۔

"اٹ خدا، یہ تو کوئی بہت ہی سنگین معاملہ معلوم ہوتا ہے "۔

"جی ہاں، سنگین کیا، لیکن بھی ہے "۔ فرحت بڑبڑائی۔

تین منٹ بعد آفتاب کی واپسی ہوئی۔ آتے ہی اس نے

بتایا۔

"انگل شاہد وارنٹ لے کر آرہے ہیں "۔

"عابد کی گمشدگی نے معاملے کو اور بھی الجھا دیا ہے۔ نہ جانے

یہ چکر کیا ہے۔ عزیز کرمانی کی آمد سے پہلے سرور مجید صاحب کا

گھرانا بالکل پرسکون تھا۔ حالات بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، پھر

اچانک کیا ہو گیا "۔ فرحت بڑبڑائی۔

"اس سلسلے میں سرور مجید ہماری بہت مدد کر سکتے تھے، لیکن وہ تو ہمیں اپنے گھر میں دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ گھر کے دوسرے افراد ضرور مدد کرنا چاہتے ہیں، لیکن انہیں بھی کچھ معلوم نہیں، نہ کچھ اندازے ہیں، بس رمضان نے ضرور اتنی مدد کی کہ ہمیں رابرٹ ایجنسی کا پتا بتا دیا، لیکن ابھی تک ہم رابرٹ ایجنسی سے سرور مجید کا کوئی تعلق معلوم نہیں کر سکے۔ سوائے اس کے کہ عزیز کرمانی کا سرور مجید کا کوئی تعلق ہے۔ معلوم نہیں یہ تعلق ذاتی قسم کا ہے یا اس ایجنسی کے ذریعے ہے۔ دوسری طرف یہ ایجنسی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ لوگوں کی مدد کرتی ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی دوسرے سے قرض لینا ہو اور قرض مل نہ رہا ہو تو اس ایجنسی کی خدمات حاصل کرنے پر اسے قرض مل جاتا۔ جاتا۔ جاتا۔۔۔۔۔"

اصف کتے کتے رک گیا۔

"جاتا پر ریکارڈ کی سوئی ٹپک گئی۔ دراصل ہم یہ گفت گو ایک ریکارڈ پر سن رہے تھے؟ آفتاب نے گویا اعلان کیا۔

"چپ رہو، مجھے ابھی ابھی ایک زوردار خیال سوجھا ہے۔"

"اس سے بہتر بات بھلا گیا ہوگی کہ تمہیں کوئی زوردار خیال سوجھ جائے۔ جلدی بناؤ۔"

"ابھی نہیں، پہلے ہم عزیز کرمانی کے گھر کی تلاشی لے لیں، پھر بتاؤں گا۔"

وہ سمجھ گئے کہ اصف سب انپکٹر کے سامنے بتانا نہیں چاہتا۔ اس لیے خاموش ہو گئے۔ چند منٹ بعد شاہد وہاں پہنچ گیا۔ عزیز کرمانی جل بھن کر کب کا اندر جا چکا تھا۔ ایک مرتبہ پھر کندھی کھٹکھٹائی گئی۔ وہ باہر نکلا تو شاہد نے آگے بڑھ کر کہا:

"ہمارے پاس آپ کے مکان کی تلاشی کے وارنٹ ہیں۔"

"دکھائیے؟" اس نے بھنائے ہوئے لہجے میں کہا۔

شاہد نے وارنٹ اس کے سامنے کر دیے۔

"ٹھیک ہے، آپ تلاشی لے سکتے ہیں۔" اس کا لہجہ بھگ گیا۔ وہ اندر کی طرف بڑھے۔ ایسے میں سب انپکٹر بولا:

"کیا میں بھی اندر چل سکتا ہوں، آپ لوگوں کے ساتھ۔"

"ضرور، کیوں نہیں۔ ویسے بھی یہ آپ کا علاقہ ہے۔ اگر

اغوا شدہ ٹرک کا ہمیں اندر سے مل گیا تو عزیز کرمانی کو ہم آپ ہی کے تو حوالے کریں گے۔"

"خواب دیکھتے رہو،" عزیز کرمانی جل کر بولا۔

"جی بہتر۔ آپ کی ہدایت پر پوری طرح عمل کریں گے۔"

آفتاب نے فوراً کہا۔

"کیسے کرو گے؟ خواب دیکھنا انسان کے اپنے بس میں کہاں؟

فرحت نے منہ بنایا۔

"اوہ ہاں، اس بات کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔"

"یہی تو مصیبت ہے، تمہیں کسی بات کا خیال ہی نہیں رہتا۔"

وہ مکان کے اندر داخل ہوئے۔ اسی وقت آفتاب چونک

اٹھا۔

"آصف، میں نے تو جاتے وقت کہا تھا کہ تم میں سے ایک

مکان کے پچھلے حصے کی طرف چلا جائے، لیکن تم دونوں تو ادھر

ہی رہے۔ یہ کیا کیا۔ اگر اس دوران مسٹر کرمانی نے عابد کو باہر

نکل دیا ہو تو۔"

"میں پچھلے حصے کی طرف گیا تھا، لیکن وہاں انکل شاہد کے

ساتھ موجود تھے۔"

"اوہ، تو وہ ادھر چلے گئے تھے۔ تب تو وہ بہت عقل مند

ہیں۔ انہوں نے بروقت قدم اٹھایا۔"

"ہاں، اسی لیے میں واپس آ گیا۔"

"تب پھر پہلے ان سے معلوم کر لینا چاہیے کہ اس طرف

سے کسی نے فرار کی کوشش تو نہیں کی۔" فرحت جلدی سے بولی

"ہاں، یہ ٹھیک رہے گا، میں جاتا ہوں۔" آصف نے کہا اور

دروازے کی طرف مڑ گیا۔ جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔

"وہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔ اس طرف سے کسی نے باہر نکلنے

کی کوشش نہیں کی۔"

"ویری گڈ، اب ہم پورے اطمینان سے مکان کی تلاشی لے

سکتے ہیں۔"

مکان کافی پرانا اور دو منزلہ تھا، وہ ایک ایک کمرے کی

تلاشی لیتے پھرے۔ سبھی کمرے دیکھ لیے گئے، لیکن عابد کا کہیں پتا

نہ چلا۔

"اب کیا کریں، یہاں تو عابد کہیں نہیں ہے۔" آصف بڑبڑایا۔

"ہو سکتا ہے، اس مکان میں کوئی خفیہ کمرہ ہو یا پھر تہ خانہ

ہو۔" فرحت بولی۔

"اوہ ہاں، ہم نے اس پہلو سے مکان کی تلاشی نہیں لی۔"

"تو اب لے لو،" عزیز کرمانی مسکرایا۔

انہیں غصہ آ گیا۔ ایک بار پھر پورے مکان کو ٹھوک بجا کر

دیکھا، لیکن کسی تہ خانے کا سراغ نہ ملا۔ آخر تھک مار کر گھر سے

نکل آئے۔

"اب میں آپ پر ہتک عزت کا دعویٰ کروں گا۔" عزیز کرمانی

چمک کر بولا۔

اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ہم نے وارنٹ حاصل کرنے

کے بعد تلاشی لی ہے۔ مطلب یہ کہ ہمیں شک تھا۔ شک غلط نکلا۔

عدالت ہمیں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ہم نے قانونی تعاضے

پورے کیے ہیں۔"

”خیر خیر، دیکھا جائے گا؟ اس نے کندھے اچکائے۔

باہر نکل کر آصف شاہد کی طرف مڑا۔

”انکل، اگرچہ ہم مکان کی دوسرے تلاش لے چکے ہیں اور اپنا اطمینان کر چکے ہیں، لیکن ابھی تک شک ختم نہیں ہوا۔ اس لیے آپ اس مکان کی دوطرف سے نگرانی کراتے رہیں۔ جوں ہی عزیز کرمانی گھر سے کہیں جائے، آپ کے آدمیوں کو چاہیے، ہمیں اطلاع دے دیں۔“

”کیوں، تم کیا کرو گے؟“ شاہد حیران ہو کر بولا۔

”ایک بار پھر عزیز کرمانی کی غیر حاضری میں تلاشی لیں گے۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے، جیسے عابد اندر ضرور موجود ہے۔“

”اچھی بات ہے، نگرانی جاری رہے گی۔“ شاہد نے کہا اور اپنے ماتحتوں کی طرف مڑ گیا۔ سب ان کے پیچھے ان سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوا۔ ایسے میں فرحت کے منہ سے نکلا:

”اوہ۔“

”اس اوہ کا کیا مطلب ہے؟“ آفتاب نے منہ بنایا۔

”لو فرحت، اب انہیں اوہ کا مطلب بتاؤ۔“

”ہم ایک بات بالکل بھول رہے ہیں؛ گویا غلط فہمی کا شکار ہیں۔ سنو، عزیز کرمانی کا تعلق رابرٹ ایجنسی سے ہے۔ وہی عزیز کرمانی سرور جمید کے گھر کی تباہی کا ذمے دار نظر آتا ہے تب

کیس ایسا تو نہیں کہ عابد عزیز کرمانی کے گھر کی بجائے رابرٹ ایجنسی کی عمارت میں کیس موجود ہو۔ ہم اسے یہاں تلاش کرتے رہیں اور وہ وہاں سسکتا رہے۔“

”ارے۔“ آفتاب اور آصف کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”اب تم دونوں کے اس اوہ کا کیا مطلب ہے؟“ فرحت نے طنز یہ لہجے میں کہا۔

”یہ اوہ تمہارے اوہ کی تصدیق میں نکلا ہے۔“ آفتاب نے بھنکا کر کہا۔

دوسرے ہی لمحے وہ موٹر سائیکلوں پر بیٹھے رابرٹ ایجنسی جا رہے تھے۔

رابرٹ ایجنسی کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اب کیا کریں؟"

"ایک ترکیب تو یہ ہے کہ تالا کھول کر اندر داخل ہو جائیں۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ اس عمارت کے پچھلی طرف سے اگر کوئی پائپ وغیرہ اوپر جا رہا ہے تو اس کے ذریعے عمارت میں داخل ہو جائیں، لیکن یہ دونوں طریقے خطرناک ہیں، کیونکہ عزیز کوئی جیسا چالاک آدمی ہماری کارگزاریوں پر نظر رکھے ہوئے ہے اس لیے کہیں وہ ہمیں پھنسا نہ دے، لہذا تیسرا بہترین اور محفوظ طریقہ یہ ہے کہ ہم اس عمارت کے بھی تلاشی کے وارنٹ حاصل کریں۔"

"اس صورت میں ہمیں مسٹر تارن کو بلانا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں، بلا لیں گے۔ ڈالی سے اس کا فون نمبر

اور پتا حاصل کیا جا سکتا ہے۔" فرحت بولی۔

"ہاں، بات تو یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"تو پھر میں انکل شاہد کو فون کرتا ہوں۔" آفتاب نے کہا اور پبلک فون بوتھ کی تلاش میں نکل گیا۔

پانچ منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی اور پچیس منٹ بعد شاہد کی صورت نظر آئی۔

"خیر تو ہے۔ آج وارنٹ پر وارنٹ جاری کرا رہے ہو۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

اگر مجرم عابد کو اغوا نہ کرتے تو ہم نہایت اطمینان اور سکون سے اس معاملے کا سراغ لگاتے رہتے، لیکن عابد کے اغوا نے ہمیں بلا کی تیزی سے کام کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"اور اب پہلے مسٹر تارن کو فون کرنا پڑے گا۔ اس کا نمبر ڈالی سے ملے گا۔ ڈالی کے پاس ہمیں جانا ہوگا، کیونکہ اس بے چاری کے گھر میں فون نہیں ہے۔"

"یہ کام تو تمہیں پہلے ہی کر لینا چاہیے تھا۔" شاہد نے برا سامنے بنایا۔

"جی ہاں، آپ نے ٹھیک کہا، لیکن ہم آفتاب کی زبان کا کیا کریں، جو موقع بے موقع چل پڑتی ہے اور ہم اصل کام بھول جاتے ہیں۔" فرحت نے جل بھن کر کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ آپ کے کارکن عزیزہ کرمانی انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کے گھر میں کرمانی صاحب کا بہت آنا جانا ہے۔ ان کا بیٹا عابد بہت دیر سے گم ہے۔ ہم اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ پہلے عزیزہ کرمانی کے مکان کی تلاشی لی اور اب آپ کی ایجنسی کے دفتر کی تلاشی لیں گے؟

"کیا مطلب؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

"جی بس، ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔ ہم نے ان کے مکان کی تلاشی لینے کے لیے باقاعدہ وارنٹ حاصل کیے تھے۔ اس لیے وہ کوئی اعتراض نہیں کر سکے۔ ہمیں ڈر تھا کہ آپ پُرزدراعت رہیں کریں گے، اس لیے ہم آپ کے لیے بھی وارنٹ لے آئے ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں؟" آفتاب کہتا چلا گیا۔

"آفتاب میں ایک یہ بہت بُری عادت ہے۔ جب بولتا ہے تو رکے بغیر بولتا چلا جاتا ہے۔ دوسرے کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔" فرحت نے بھنا کر کہا۔

"اوہ سوری۔ مجھے نہیں معلوم تھا، تارن صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے، آپ لوگ اس طرح تلاشی نہیں لے سکتے۔ یہ کچھ غیر قانونی سا لگتا ہے۔" تارن بولا۔

"نہیں جناب ہم غیر قانونی کام نہیں کرتے۔"

"اصل کام خود کھول جاتے ہیں اور الزام میری زبان کو دیتے ہیں، یہ بھی ایک ہی رہی۔" آفتاب نے منہ بنایا اور پھر موٹر سائیکل لے کر ڈالی کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جلد ہی وہ تارن کی کوٹھی تک پہنچ گئے۔ اس وقت رات کے نو بج رہے تھے۔ گھنٹی بجاتے ہی ایک ملازم لڑکے نے دروازہ کھولا اور حیران ہو کر بولا:

"جی فرمائیے۔"

"ہمیں مسٹر تارن سے ملنا ہے۔" شاید بولا۔

"بہت اچھا۔ میں انہیں اطلاع کرتا ہوں، آپ کا نام؟"

"سب انسپکٹر شاہد۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا اور اندر کی طرف چلا گیا۔

دو منٹ بعد تارن کی صورت نظر آئی۔ انہیں دیکھ کر وہ چونک اٹھا۔ تیوری پیربل پڑ گئے۔

"کیا بات ہے، تم یہاں بھی آگئے؟"

"کیا کیا جائے، مجبوری ہے جناب۔" آصف بولا۔

"کیسی مجبوری، کیا مطلب؟"

"سرور مجید صاحب کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔" آصف نے

اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں جانتا۔ تم کس سرور مجید کی بات کر رہے ہو۔"

"میں پہلے اپنے وکیل کو بلاؤں گا۔ وہ اس وارنٹ کا جائزہ لے گا۔"

اس طرح وقت بہت ضائع ہوگا۔ ویسے آپ فکر نہ کریں۔ اگر عابد وہاں موجود ہے تو آپ اسے ایجنسی کی عمارت سے کسی طرح بھی نکال نہیں سکیں گے۔ ہم نے پہلے ہی نگرانی شروع کر رکھی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ میں صرف قانونی طور پر اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر ذرا جلدی اطمینان کر لیں۔"

"آپ لوگ یہیں کھڑے، میں انہیں فون کر کے آتا ہوں۔"

اس نے کہا اور اندر چلا گیا۔

"عجیب بد اخلاق آدمی ہے۔ ہمیں یہیں کھڑا کر گیا۔ درانگ روم میں بھی تو بیٹھا سکتا تھا۔" فرحت نے بھنا کر کہا۔

"بد اخلاق بھی اور بے مروت بھی۔ میں نے تو اس کے بارے میں یہ اندازہ اس کے دفتر میں ہی لگا لیا تھا۔"

آفتاب بولا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔" شاید مسکرایا۔

پانچ منٹ بعد وہ باہر نکلا اور خشک لہجے میں بولا:

"ایجنسی کے وکیل آرہے ہیں۔"

"تو کیا ہم یہیں کھڑے رہ کر ان کا انتظار کریں گے؟"

"کیس جا کر بیٹھ جائیے۔ آدھ گھنٹے بعد آجائیے گا۔" اس نے کہا۔

"بہتر بہتر۔ ہم جیپ میں بیٹھے ہیں۔ آصف نے جل کر کہا۔"

اور انہیں واقعی جیپ میں بیٹھنا پڑا۔ اس نے اپنے گھر کے دروازے ان کے لیے نہیں کھولے۔

"اس سے گھٹیا آدمی میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔" آفتاب بڑبڑایا۔

"چلو آج تو دیکھ لیا نا۔" آصف مسکرایا۔

انہیں آدھ گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا، تب کیس تارن کا وکیل نظر آیا۔ طوطے جیسی چوہنچ دار ناک والا وہ ایک لمبا سا آدمی تھا۔

"مجھے کھاڑی کہتے ہیں، وکیل ہوں، وہ وارنٹ دکھائیے۔"

شاہد نے وارنٹ دکھا دیے۔ اس نے وارنٹ پڑھے اور تارن سے بولا:

"ٹھیک ہے، یہ رابرٹ ایجنسی کی تلاشی لینے کا حق رکھتے ہیں۔ آپ انہیں روک نہیں سکتے، لیکن آپ فکر نہ کریں، میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔"

"ساتھ تو خیر میں بھی چلوں گا۔"

وہ سب چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ایسے میں فرحت اچانک پریشان ہو گئی۔ اس نے جھک کر آفتاب کے کان میں کہا:

"مجھے ابھی ابھی ایک بات سوچی ہے۔"

"اس سے پہلے سوچہ جاتی تو کیا حرج تھا۔ خیر بتاؤ۔" آفتاب

جل کر بولا۔

اس نے آفتاب کے کان میں کچھ کہا۔ آفتاب نے وہی

بات آصف کے کان میں کہی۔ آصف جلدی سے شاید کئے

قریب گیا اور منہ کان کے قریب لے گیا۔

شاید نے سر ہلایا اور اپنے ماتحتوں کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر

بعد وہ جیپ اور کاریں بیٹھے رابرٹ ایجنسی کی طرف اڑے جا رہے تھے۔

تارن نے دروازے کا تالا کھولا اور سب اندر داخل ہو گئے۔

اس وقت ان کے دل دھڑک رہے تھے۔ اس خیال سے کہ اگر

عابد میاں سے بھی برآمد نہ کیا جاسکا تو کیا ہوگا۔ خوب بے عزتی

ہوگی۔

آخر دفتر کی تلاشی کا کام شروع ہوا۔ دفتر صرف پیارکروں

پر مشتمل تھا اور چار کمروں کی تلاشی لینے میں وقت ہی کتنا لگتا۔ جلد

ہی وہ فارغ ہو گئے۔ عابد دفتر میں بھی کہیں نہیں تھا۔

"ہیں افسوس ہے، آپ کو بلا وجہ تکلیف دی گئی۔ شاید بولا۔

"کوئی بات نہیں۔ قانون کی مدد کرنا ہر شہری کا فرض ہے۔

اب ہم چلتے ہیں۔" وکیل نے کہا اور دونوں کاریں بیٹھ کر چلے گئے۔

"اب کیا خیال ہے؟" شاید بولا۔

"اس کیس میں مسلسل ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے کہیں

ہم غلط راستے پر تو نہیں جا رہے۔" فرحت بڑبڑائی۔

"ہو سکتا ہے، یہی بات ہو۔ خیر، اب ہم تلاشیوں کا راستہ

چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ میں ڈالی سے ایک ایسے

آدمی کا پتہ لے آیا ہوں جسے کسی آدمی کا قرض ادا کرنا تھا۔ اس

شخص نے ایجنسی کی خدمات حاصل کی تھیں اور ایجنسی نے اسے

قرض دلوا دیا تھا۔ ہم مقروض سے مل کر یہ معلوم کریں گے کہ

قرض کس طرح واپس دلایا گیا تھا۔"

"ناں ٹھیک ہے۔ شاید اس طرح ہم کچھ معلوم کرنے میں

کامیاب ہو جائیں۔ اگر اس کے بعد بھی ناکام رہے تو گھر پہنچ کر

اپنی ناکامی کا اعلان بلند آواز میں کر دیں گے اور آبا جان کو میدان

میں نکل پڑنے کی دعوت دیں گے۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"اور وہ یہ دعوت فوراً منظور کر لیں گے۔ فکر نہ کرو۔"

"تو پھر آؤ چلیں، آخری کوشش کر دیکھیں۔"

"مجھے ہاتھ تو نہیں لے جانا چاہتے۔" شاہد نے پوچھا۔

"جی نہیں، یہ کام ہم خود کر لیں گے، آپ گھر پہنچیں۔"

موٹر سائیکلوں کا رخ اب ایک درمیانے طبقے کی آبادی کی طرف ہو گیا۔ بیس منٹ بعد وہ ایک دروازے پر دستک دے رہے تھے۔ دو منٹ بعد ایک پتلے دبے آدمی نے دروازہ کھولا۔ انکھوں میں نیند بھری تھی۔

"آپ شاید سو رہے تھے۔ ہم نے بے وقت آپ کو تکلیف دی۔"

"کوئی بات نہیں، فرمائیے، مجھ سے آپ لوگوں کو کیا کام ہے۔"

"کھڑے رہ کر تو بات نہیں ہو سکے گی۔"

"اوہ ہاں، اندر تشریف لے آئیے۔ معاف کیجیے گا، نیند میں ہوں نا، اس لیے خیال نہیں رہا۔"

"کوئی بات نہیں۔"

وہ ایک ٹوٹے پھوٹے سے کمرے میں انہیں لے آیا۔ یہاں ایک چٹائی بھی تھی۔ کمرسی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ چٹائی پر بیٹھ گئے۔

"پہلے تو ذرا آپ اپنی نیند سے پیچھا چھڑالیں۔ آصف بولا۔

"جی ہاں۔ میں ابھی آیا۔" یہ کہہ کر وہ جلدی سے باہر

نکل گیا، واپس آیا تو منہ گیلا تھا؛ گویا منہ پر پھینٹے مار کر آیا تھا۔

"اب فرمائیے، مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"آپ نے کسی آدمی سے قرض لیا تھا؟"

"ہاں، کیوں کیا بات ہے؟ اس نے چونک کر کہا۔ انکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"اور وہ قرض آپ واپس نہیں کر سکے تھے؟ آصف بولا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"پھر اس قرض خواہ نے رابرٹ ایجنسی کی خدمات حاصل کیں؟"

"یہ تو مجھے پتا نہیں کہ اس نے کس ایجنسی کی خدمات حاصل

کیں۔ ہاں، مجھ سے قرض وصول کرنے دو غنڈہ صورت آدمی ضرور

آئے تھے، لیکن میرے پاس دینے کے لیے کچھ تھا ہی نہیں۔

میں نے انہیں سارے گھر کی تلاشی دے دی۔ وہ خاموشی سے چلے

گئے۔"

"کیا مطلب، قرض لیے بغیر چلے گئے؟"

"ہاں، اس وقت میں یہی سمجھا تھا کہ وہ خاموشی سے چلے

گئے ہیں۔ انہوں نے میری مجبوری سمجھنا ہی ہے، لیکن یہ بات

نہیں سہتی۔"

"تو پھر کیا بات تھی؟ فرحت بے چین ہو گئی۔

"دوسرے دن میرا بیٹا اغوا کر لیا گیا اور ایک خط مجھے کسی نے

لا کر دیا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ اگر اپنا بیٹا زندہ سلامت واپس
چاہتے ہو تو اس شخص کا قرض ادا کر دو۔
”کیا؟“ وہ ایک ساتھ چلا اٹھے۔

وہ جا چکے ہیں

”ہاں، میرا بیٹا اغوا کر یا گیا۔ میرے پیروں تلے سے زمین
نکل گئی۔ قرض ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ میں اپنے
ایک ایک عزیز اور رشتہ دار کے پاس گیا۔ کسی نے بھی ترس نہ کھایا
اور ترس بھی کھایا تو ایک بالکل ایک غیر آدمی نے۔ وہ مجھے
جانتا بھی نہیں تھا۔ میں سڑک پر روتا جا رہا تھا کہ اس نے اپنی
کار میرے پاس روک لی اور بولا:

’کیا بات ہے بڑے میاں۔ کیوں رو رہے ہو؟‘
’ظالموں نے میرے بیٹے کو اغوا کر لیا ہے۔ اسے چھڑانے کے
لیے میرے پاس رقم نہیں ہے؛ میں نے اسے بتایا۔
’کتنی رقم کا مطالبہ ہے۔‘ اس نے پوچھا۔

’صرف بیس ہزار روپے۔‘

’ہوں، کار میں بیٹھ جاؤ۔ میرے ساتھ میرے گھر چلو، میں دے
دیتا ہوں تمہیں بیس ہزار روپے۔‘

میں دھک سے رہ گیا۔ رشتے داروں نے صاف انکار کر دیا تھا۔ دوستوں نے بھی آنکھیں پھیر لی تھیں؛ حالانکہ میں نے ان سب سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ایک ایک ہزار روپے کا ہی بندوبست کر دیں، لیکن انہوں نے اتنا بھی نہ کیا اور اس فدا کے بندے نے ہلوسے بیس ہزار روپے میرے ہاتھ میں تھا دیے۔ میں وہ لے کر سیدھا قرض خواہ کے پاس گیا اور بیس ہزار روپے اس کے آگے رکھ کر کہا:

’فدا کے لیے میرا بیٹا مجھے واپس دلوا دو۔‘

’کون سا بیٹا، کیا مطلب؟‘ داغ تو نہیں چل گیا تمہارا۔ چلو بھاگو یہاں سے۔‘ یہ کہہ کر اس نے مجھے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا۔ میں اپنے گھر لوٹ آیا۔ خون کے آنسو رو رہا تھا کہ بیس ہزار روپے دے کر بھی بیٹے کو نہ چھڑا سکا کہ بیٹا گھر میں داخل ہوا۔

میں اس سے پیٹ گیا۔ یہ ہے میری کہانی۔
یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

’اس کا مطلب ہے، آپ کو کچھ معلوم نہیں، وہ دو غنڈے کون تھے۔ کس ادارے سے تعلق رکھتے تھے؟‘
’جی نہیں۔‘

’اور نہ یہ معلوم کہ قرض خواہ نے کن لوگوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اب اگر اس سے پوچھا جائے گا تو وہ یہی کہے گا کہ اس نے

تو کسی کی بھی خدمات حاصل نہیں کیں۔ اس کی رقم تو مقروض نے خود ہی ادا کر دی تھی۔‘

’ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ ڈالی ضرور عدالت میں کہہ سکتی ہے کہ اس قسم کے کام رابرٹ ایجنسی کرتی ہے، لیکن ایجنسی کا وکیل جواب میں کہے گا، چونکہ ایجنسی نے ڈالی کو ملازمت سے نکال دیا ہے، اس لیے وہ جھوٹے الزامات لگانے پر اتر آئی ہے۔‘

’ہوں خیر، اس سے یہ بات ضرور واضح ہو جاتی ہے کہ رابرٹ ایجنسی مجراۓ کام انجام دے رہی ہے اور بہت دھڑلے سے دے رہی ہے۔‘ فرحت بولی۔

’لیکن ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔‘
’آصف نے اعتراض کیا۔‘

’ہاں، اگر ثبوت مل جائے تو شاید ساری ایجنسیں دور ہو جائیں گی۔‘ آفتاب بولا۔

’شاید ہمیں انکل سے مدد لینا ہی ہو گی۔‘ فرحت بڑبڑائی۔
’تو پھر چلو گھر چلتے ہیں؟‘ آصف نے کہا۔

اس کے علاوہ وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ اپنی جاسوسی کے گھوڑے دوڑا چکے تھے۔ گھر پہنچے تو بیگم کا مرزا نے دروازہ کھولا۔

’اس کا مطلب ہے۔‘ آیتا جان سو رہے ہیں۔‘

"ہاں - ویسے وہ کہہ کر سوئے تھے کہ اگر تم لوگوں کو ضرورت محسوس ہو تو جگائیں۔" انھوں نے کہا۔

"ضرورت تو محسوس ہو رہی ہے، لیکن خیر۔ ہم اب صبح ہی بات کر لیں گے۔" آصف بولا۔

"کیا بات کرتے ہو آصف - سرور مجید صاحب کے گھر والوں پر کیا بیت رہی ہو گی - کیا تم بھول گئے کہ عابد غائب ہے۔ وہ آخر ہمارا بھی کلاس فیلو ہے۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"اوہ ہاں! یہ تو میں واقعی بھول گیا۔ خیر تو پھر جگا دیجیے آئیٹی۔" اس نے کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا کو جگایا گیا۔ دو منٹ بعد وہ ان کی بات سننے کے قابل ہوئے۔ پہلے تو ان کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ پھر بولے:

"معلوم ہوتا ہے۔ زبردست ناکامیاں حاصل کر کے آرہے ہو؟"

"جی ہاں! آپ کا خیال ٹھیک ہے، لیکن اگر مجرم عابد کو اغوا نہ کر لیتے تو ہم اطمینان سے اپنا کام جاری رکھ سکتے تھے، اس وقت تک ہم نے کافی کامیابی حاصل کی ہے۔"

"خیر - تفصیل سے سناؤ، پھر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے

میں کیا کیا جاسکتا ہے۔"

"جی بہتر۔ آفتاب نے کہا اور تفصیل سنانے لگا۔ انسپکٹر کامران مرزا یورے خور سے سنتے رہے، یہاں تک کہ آفتاب خاموش ہو گیا، پھر آصف نے بھی کچھ باتیں بتائیں۔ ڈالی کا بھی ذکر آیا۔ غرض انھوں نے کوئی بات بھی نہیں چھوڑی۔ اس کے خاموش ہونے کے بعد وہ پرخند لے کر سوچ میں گم رہے، پھر بولے:

"یہ تمام حالات سن کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ رابرٹ اپنی گہرے قسم کے چکر چلا رہی ہے اور عزیز کرمانی بھی ان کا ساتھی ہے۔ وہ ان دنوں سرور مجید کے گھرانے میں کوئی چکر چلا رہا ہے۔ اب یہ نہیں معلوم کہ عابد کی گم شدگی اس چکر کا ایک حصہ ہے یا تم لوگوں کی تفتیش سے گھبرا کر اسے اغوا کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ بہر حال ان دو میں سے ایک بات ضرور ہے۔"

"سوال یہ ہے آبا جان کہ اب ہم کیا کریں؟"

"اب تم آرام کرو۔ کام میں کروں گا۔"

"جی۔ کیا مطلب؟"

"تم اس کیس پر کام کر چکے ہو۔ اب میری باری ہے۔"

"لیکن آبا جان - ہمیں نیند نہیں آئے گی۔"

” تو پھر آؤ۔ پہلے تو عابد کو لے آئیں۔ وہ بولے۔
 ” جی کیا مطلب۔ عابد کو لے آئیں تو آپ اس طرح کہ
 رہے ہیں جیسے آپ کو معلوم ہو کہ عابد کہاں ہے؟
 ” معلوم تو نہیں۔ اندازہ ضرور ہے، ویسے تم سے ایک غلطی
 ہوئی ہے؟“

” جی وہ کون سی؟ آصف پوچھا۔

” جب تم لوگ تارن کے گھر سے رابرٹ ایجنسی کی تلاشی
 کے لیے روانہ ہوئے تھے تو تارن کے گھر کو یونہی نہیں چھوڑ
 آنا چاہیے تھا، اس گھر کی نگرانی کا بھی کوئی انتظام کر کے آنا
 چاہیے تھا۔“

” اور انکل! آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ ہم نے یہ
 غلطی نہیں کی۔“ فرحت پھٹک کر بولی۔

” اوہو اچھا۔ تب تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم
 عابد کو تلاش کر لیں گے، آؤ چلیں۔“

” تو کیا آپ کے خیال میں عابد تارن کی کوٹھی میں ہے؟“
 ” اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے۔ وہ عزیز کرمانی کے گھر

بھی نہیں ملا۔ نہ رابرٹ ایجنسی سے برآمد ہوا۔ آخر کہاں گیا۔
 لے دے کے ہمارے سامنے اب تارن ہی کا گھر رہ جاتا ہے۔
 تم نے بہت اچھا کیا کہ وہاں نگرانی کے لیے کسی کو چھوڑ آئے۔“

وہ گھر سے نکل کر جیپ میں بیٹھے اور تارن کی کوٹھی کی
 طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے،
 اور یہ سلسلہ شام کے وقت شروع ہوا تھا۔
 ” کیا آپ اعلانیہ اندر داخل ہوں گے؟“ فرحت نے فکر مندانہ
 لہجے میں کہا۔

” ہاں۔ کیوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟“

” میں تو یہی بہتر سمجھتی ہوں کہ ہم کسی طرح چپ چپاتے
 اندر داخل ہوں اور گھر کے افراد کی لاعلمی میں گھر کی تلاشی
 لیں۔“

” ترکیب اچھی ہے۔ اسی طرح کر لیں گے۔“ انسپکٹر کامران مرزا
 بولے۔

انھوں نے جیپ تارن کے گھر سے کچھ فاصلے پر ہی روک
 لی اور پیدل آگے بڑھے۔ ایک شخص تیزی سے ان کی طرف بڑھا،
 وہ ٹھٹک کر رک گئے۔

” السلام علیکم سر! اس نے باادب ہو کر کہا۔

” وعلیکم السلام۔ ہاں بھئی۔ کیا رپورٹ ہے؟“

” کوٹھی سے کوئی شخص باہر نہیں گیا، ہاں دو تین آدمی اندر
 داخل ضرور ہوئے ہیں۔“

” اور کیا اندر داخل ہونے والے واپس بھی جاتے دیکھے

”گئے ہیں؟“ انپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔
 ”جی نہیں۔ ابھی وہ اندر ہی ہیں۔“

”کوٹھی میں داخل ہونے کا کوئی اور راستہ ہے؟“
 ”جی۔ میٹرھی کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ شاید صاحب نے پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ آپ لوگ اندر داخل ہونے کا پروگرام بنائیں گے۔“

”بھئی واہ۔ یہ شاید تو روز بروز عقل مند ہوتا جا رہا ہے، او بھئی۔ میٹرھی تک چلیں۔“ انپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔
 میٹرھی کے ذریعے چھت پر پہنچنا بہت آسان ثابت ہوا۔
 زینے کا دروازہ کھلا ملا اور وہ نیچے اترنے لگے۔ میٹرھیاں انہیں صحن میں لے گئیں۔ ایک کمرے میں روشنی نظر آئی۔ باقی کمرے تاریک پڑے تھے۔ وہ دبے پاؤں چلتے دروازے سے جا گئے اندر کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے۔ تالے کے سوراخ میں سے اندر جھانکا تو صرف ایک شخص کی کمر دکھائی دی۔ دراصل وہ تالے کے سوراخ کے بالکل سامنے اور نزدیک تھا۔ اب انہوں نے کمرے کا ایک چکر لگایا، لیکن کمرے کی کھڑکیاں بند تھیں۔

”اب کیا کیا جائے؟“ انپکٹر کامران مرزا نے اشاروں میں پوچھا۔
 ”اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ دروازہ دھڑ دھڑا ڈالا جائے۔ آصف نے بھی اشارے میں جواب دیا۔“

”ہوں۔ انکل۔ میں ایک ترکیب بتا سکتی ہوں۔“ فرحت نے پرجوش انداز میں اشارہ کیا۔

”وہ دروازے کے پاس سے کافی دور ہٹ آئے۔“
 ”ہاں فرحت۔ بتاؤ۔“

”کیوں نہ ہم میں سے ایک باہر جا کر دروازے کی گھنٹی بجائے۔ آپ لوگ یہیں ٹھہرے رہیں۔ گھنٹی کی آواز ان لوگوں کو ضرور لوکھلا دے گی اور یہ افراتفری کا شکار ہو جائیں گے۔ اس طرح ایک تو آپ کمرے کے اندر کا منظر دیکھ سکیں گے۔ دوسرے یہ کہ دروازہ کھول کر ان میں سے کم از کم ایک آدمی ضرور باہر نکلے گا۔ اور ہم اس صورتحال سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔“
 ”بھئی واہ۔ بہت زور دار ترکیب ہے۔ فرحت آج تو تم میرے بھی کان کاٹ رہی ہو۔“

”یہ۔ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں انکل۔ میں اور آپ کے کان کاٹوں گی۔ میری ایسی مجال کہاں؟“ فرحت نے گہرا کر کہا۔
 ”اچھا اچھا۔ اب زیادہ بنو نہیں۔ جاؤ اور جا کر گھنٹی کا بٹن دباؤ۔“

فرحت صحن سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف چلی گئی۔ دروازہ کھول کر کوٹھی سے باہر نکلی اور گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ کوٹھی کے اندر گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

ادھر انسپکٹر کامران مرزا سُورخ سے آنکھ لگائے کھڑے تھے۔ انھوں نے سُورخ کے سامنے والے آدمی کو اچھلتے دیکھا۔ اس وقت انھیں کمرے میں چار آدمی اور ان کے درمیان عابد بندھا پڑا نظر آیا۔ ان کے چہرے پر رونق دوڑ گئی۔ فوراً ہی اُن کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔ ادھر دروازہ کھلا۔

”خبردار۔ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔“ ان کی گرج وار آواز کمرے میں گونجی۔ باقی لوگ بھی اُچھل پڑے۔ ان کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ انھوں نے دیکھا۔ ان میں عزیز کرمانی، تارن اور ان کے علاوہ تین آدمی اور تھے۔ سب نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

”آصف تم شاہد کو فون کرو۔ صورتحال اسے بتا دو۔“ جی بہتر! اس نے کہا اور کمرے میں رکھے فون کا ریسیور

اٹھا لیا۔

”یہاں کیا ہو رہا تھا دوستو؟ انسپکٹر کامران مرزا چکے۔“

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا:

”تم بے شک خاموش رہو۔ تمہیں جیل بھیجنے کے لیے تو یہاں

عابد کی موجودگی ہی کافی ہے۔“ کیا ہم۔ آپس میں کوئی سمجھوتا نہیں کر سکتے۔ تارن

بڑبڑایا۔

”سمجھوتا۔ کیسا سمجھوتا؟ انسپکٹر کامران مرزا حیران ہو کر بولے۔“

”تم لوگ عابد کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ کہہ دینا سڑک پر ایک جگہ بندھا پڑا ہلا تھا۔ ہم لوگوں کو بھول جاؤ۔ اس بھول جانے کا معاوضہ میں تم لوگوں کو پچاس ہزار روپے دے سکتا ہوں۔“

”ارے بس۔ پچاس ہزار۔ بہت کم قیمت لگائی ہماری۔ آفتاب نے بُرا سا منہ بنایا۔“

”اچھا چلو۔ ایک لاکھ دے دیں گے۔“

”سوری! ہم رشوت نہیں لیتے۔ یہ حرام ہے۔ نہ ہی ہمیں دولت کا لالچ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ عطا کر رکھا ہے۔“

”جیسے تمہاری مرضی۔ تمہارا ہی اُس میں فائدہ تھا۔“

آصف اس وقت تک فون پر نمبر ڈائل کر چکا تھا۔ اس نے جلدی جلدی سب انسپکٹر شاہد کو حالات بتائے۔ اور ریسیور رکھ دیا۔

”یہ سب چکر کیا ہے۔ تم لوگ کیا کرتے ہو؟“

”ہم اپنا کام کرتے رہے ہیں۔ تم سے مطلب؟ تارن نے چیخ کر کہا۔“

”چیخنے چلانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ پہلے یہ بتاؤ۔ سرور مجید کا کیا چکر ہے؟“

”ہم کسی سرور مجید کو نہیں جانتے۔“

”اچھا۔ کمال ہے۔ تب پھر یہاں مسٹر عابد کس طرح نظر آ

رہے ہیں۔ انہیں تو اپنے گھر میں ہونا چاہیے تھا۔“

”اس نے ہمارے گھر میں چوری کی کوشش کی تھی۔ ہم نے

اسے پکڑ کر باندھ دیا۔ صبح پولیس کے حوالے کرنے کا ارادہ

تھا۔ تارن بولا۔

”لیکن یہ بات آپ نے اس وقت کیوں نہ بتائی جب پولیس

نے آپ کی ایجنسی کی تلاشی کا وارنٹ آپ کو دکھایا تھا۔“

”یہ لڑکا اس کے بعد چوری کرنے کے لیے اندر داخل ہوا تھا۔“

”بھئی واہ۔ ہر بات کا گھڑا گھڑایا جواب تیار ہے۔ کمال

ہے۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

”کیا سرور مجید نے کسی سے قرض لے رکھا ہے، اور قرض خواہ

نے رابرٹ ایجنسی کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں۔“

”ایسی کوئی بات نہیں۔“ تارن چیخ کر بولا۔

”یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ایک شخص کو کسی سے

قرض لینا تھا۔ اس نے رابرٹ ایجنسی کی خدمات حاصل کیں۔“

رابرٹ ایجنسی کے کارکنوں نے مقروض کے بیٹے کو اغوا کر لیا اور بیٹے

کی واپسی کی شرط یہ رکھی کہ فوری طور پر قرض ادا کرے۔“

اس نے جب بیس ہزار روپے کی رقم ادا کر دی تو اسے اس کا

بیٹا واپس مل گیا۔ اس لیے میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا عابد کو بھی

اسی قسم کے معاملے کے تحت اغوا کیا گیا ہے۔“

”کیا قرض والے معاملے سے آپ ہمارا تعلق ثابت کر سکتے

ہیں؟ تارن نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”پتا نہیں۔ کر سکتا ہوں یا نہیں۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں

کہ تم لوگوں نے عابد کو اغوا کیا ہے۔ ثبوت کے طور پر عابد یہاں

بندھا پڑا ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ عابد یہاں چوری کرنے آیا تھا،

کچھ جتنا نہیں۔ عابد کسی چور کا نہیں۔ ایک مال دار آدمی کا بیٹا

ہے۔ ان حالات میں بھلا اسے چوری کرنے کی کیا ضرورت ہے۔“

انسپکٹر کامران مرزا کہتے چلے گئے۔

”ہوں! خیر دیکھا جائے گا۔“

عین اسی وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔ انہوں

نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور یہی ان سب سے غلطی ہوئی،

کم از کم انسپکٹر کامران مرزا کو اپنی توجہ تارن وغیرہ کی طرف ہی

رکھنی چاہیے تھی۔ جونہی انہوں نے دروازے کی طرف مڑ کر دیکھا،

بلب سے کوئی چیز ٹکرائی اور کمرہ تاریکی میں ڈوب گیا۔ صحن میں

پہلے ہی تاریکی تھی۔ اس لیے گھپ اندھیرا ہو گیا:

”خبردار۔ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ گولی مار دوں گا۔“ انسپکٹر

کامران مرزا دھاڑے۔ اس کے ساتھ ہی تین چار فائر ہوئے۔

”نیچے لیٹ جاؤ۔ یہ فائر میں نے نہیں کیے۔“ انپکٹر کامران مرزا نے لوٹ لگاتے ہوئے کہا۔

گویا تارن اور اس کے ساتھیوں کے پاس پستول تھے۔ وہ فائر کرتے ہوئے فرار ہونے کی کوشش میں تھے۔ ادھر سے شاہد اور اس کے ماتحتوں کو بھی صحن میں لیٹ جانا پڑا۔ قریباً پانچ منٹ بعد انپکٹر کامران مرزا کی آواز ابھری:

”بھئی شاہد۔ میرا خیال ہے۔ وہ لوگ جا چکے ہیں۔“

ہند سے

جلد ہی ٹارچ کی روشنی لہرائی۔ اور پھر شاہد نے اٹھ کر صحن کا بلب جلا دیا۔ روشنی ہوتے ہی انہوں نے دیکھا۔ تارن اور اس کے ساتھی جا چکے تھے؛ البتہ عابد ہوں کا توں پڑا تھا:

”پہلے خیر۔ عابد تو ملا۔ اصلی پریشانی ہمیں اس کی تھی۔“

”ہاں، لیکن اب ہم اصل راز کس طرح معلوم کر سکیں گے۔“

رابرٹ ایجنسی دراصل کیا ہے۔ یہ کیا کیا کام کرتی ہے۔ سرور مجید صاحب کے ساتھ کیا گزری۔ ان کا بینک بیلنس کہاں گیا۔ ان سب سوالات کے جواب ہمیں کون دے گا۔“ فرحت نے پریشان آواز میں کہا۔

”فکر نہ کرو۔ یہ لوگ بھاگ کر کہاں جائیں گے۔ شاہد فوری طور پر رابرٹ ایجنسی کو گھیرے میں لیا جائے۔ اگر یہ لوگ وہاں گئے ہیں تو اور بھی اچھا ہے۔“

”جی بہتر، لیکن اُمید نہیں کہ وہ ادھر کا رخ کریں گے۔“

" دیکھ لینے میں کیا عرج ہے۔ باقی سارے شہر میں بھی ان کی تلاش شروع ہو جانی چاہیے۔ آخر وہ اغوا کے مجرم ہیں۔ اور فرار ہو کر تو انہوں نے اپنے مجرم کے ثبوت کو اور پختہ کر دیا ہے۔"

رابرٹ ایجنسی انہیں ستارک ٹی۔ سزنز کو مانی کے گھر میں بھی کوئی نہ ملا۔ تھک مار کر وہ ایک چوراہے پر آ جمع ہوئے :

" اب انہیں کہاں تلاش کیا جائے؟ آصف بڑبڑایا۔

" میں جانتا ہوں۔ وہ کہاں ہوں گے۔" ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

" جی کیا مطلب۔ آپ جانتے ہیں۔ تو پھر ادھر کا رخ کیوں نہیں کرتے۔"

" رخ کیسے کروں۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ وہ کس کے گھر میں موجود ہیں، یہ نہیں جانتا۔ وہ گھر کہاں ہے۔"

" یہ کیا بات ہوئی۔"

" کیس کے پورے حالات پر اگر غور کیا جائے۔ تو بات بالکل آسان ہے۔ میرے ذہن میں ایک شخصیت ابھرتی ہے۔ بس اس کے گھر میں یہ لوگ ہو سکتے ہیں، لیکن چونکہ میں نہیں جانتا کہ اس کا گھر کہاں ہے، لہذا کس طرح اس گھر تک جا سکتا ہوں۔"

" تب آپ کیا کریں گے؟" فرحت بولی۔

" انگل۔ آپ تو ہمیں ابجھائے دے رہے ہیں۔ آصف بولا۔

" اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ خود میں بھی ابجھن محسوس کر رہا ہوں، لیکن خیر۔ اس سلسلے میں اگر ہماری کوئی مدد کر سکتا ہے۔ تو وہ سرور مجید ہیں اور اب انہیں کچھ نہ کچھ بتانا ہی ہو گا۔ میں تنہا ان سے ملوں گا۔ تم لوگ باہر ٹھہرو گے۔ زیادہ آدمیوں کو دیکھ کر کہیں وہ دہشت زدہ نہ ہو جائیں۔"

" جی بہتر۔ جیسے آپ مناسب سمجھتے ہوں۔ کر لیں۔ آصف نے کہا۔

اب وہ عرفان روڈ کی طرف روانہ ہوئے۔ نزدیک پہنچ کر جیپ روک لی گئی۔ انسپکٹر کامران مرزا ان کی کوٹھی کے دروازے پر پہنچے۔ اندر دن کا سماں تھا، کیونکہ سب لوگ جاگ رہے تھے۔ عابد جو مل گیا تھا۔ ایسے میں انہوں نے گھنٹی بجائی۔ فوراً ہی رمضان نے دروازہ کھولا :

" اوہو۔ آپ۔ آپ تو شاید انسپکٹر کامران مرزا ہیں۔"

" شاید نہیں۔ واقعی ہوں۔ سرور مجید صاحب سے کہو۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

" آئیے۔ اندر تشریف رکھیے۔"

انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر رمضان چلا گیا۔ دو منٹ بعد

سرور مجید اندر داخل ہوئے :

• انیکٹر صاحب۔ میں آپ کا شکریہ گزار ہوں۔ آپ ہی تھے جنہوں نے میرا بیٹا واپس لا دیا۔

• اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ یہ میرا فرض تھا۔ کیا آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ عابد کو کس نے اغوا کیا تھا؟
" ابھی تک نہیں۔ ہم تو بس عابد سے ملنے ملانے میں مصروف ہیں۔"

" تو پھر سنیے۔ اسے عزیز کرمانی اور تارن دغیرہ نے اغوا کیا تھا۔"

" عزیز کرمانی کو تو خیر میں جانتا ہوں۔ یہ تارن کون ہے؟
" تو آپ تارن کو نہیں جانتے۔"

" جی۔ جی نہیں۔"
" عزیز کرمانی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟"

" وہ۔ وہ میرا دوست ہے۔"
" آپ اسے دوست کہہ رہے ہیں۔ ان حالات میں بھی۔"

انیکٹر کامران مرزا کے لہجے میں حیرت تھی۔
" م۔ میرا مطلب ہے۔ وہ میرا دوست تھا۔"

" خیر۔ عابد کو اغوا کرنے کے بعد تو آپ کا دوست نہیں رہا۔
کیا آپ بتا سکتے ہیں، آپ کا بینک بیلنس کیا ہوا۔"

" اوہ۔ تو آپ بینک بیلنس کے بارے میں بھی جانتے ہیں۔"

" ہاں۔ مہربانی فرما کر سب کچھ صاف صاف بتا دیں۔ ورنہ ہم مجرموں کو گرفتار نہیں کر سکیں گے۔"

" کیا بتا دوں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ بینک سے بڑی بڑی رقمیں میں نے خود نکالی تھیں۔ میں دراصل ریس کھینے لگ گیا ہوں اور یہ کوئی غیر قانونی جوا نہیں ہے۔ قانونی جوا ہے۔"

" میرا خیال ہے۔ آپ بھوٹ بول رہے ہیں۔
" نہیں تو۔ میں تو بالکل سچ بول رہا ہوں۔"

" آپ میری کوئی مدد کرنے پر تیار نہیں۔ مجھے افسوس ہے،
آپ تو اپنے بیٹے کے اغوا کرنے والوں کو بھی پہچانے پر تیلے ہوئے ہیں۔"

" نہیں۔ مجھے ان سے کوئی ہمدردی نہیں، لیکن میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ بتاؤں کیا۔"

" تو آپ مجرموں کو گرفتار دیکھنا نہیں چاہتے۔" انیکٹر کامران مرزا بھٹا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

" یہ بات نہیں۔ میری تو عین خواہش ہے۔ میرے بیٹے کو اغوا کرنے والے گرفتار ہوں اور مرزا پائیں۔"

" ہو سکتا ہے۔ یہ آپ کی خواہش ہو، لیکن آپ عملی طور پر کوئی مدد نہیں کر رہے۔"

کاش میں مدد کرنے کے قابل ہوتا۔

”اچھا۔ میں چلتا ہوں، لیکن اتنا سوچ لیں۔ اگر آپ کو مجرموں کے بارے میں کچھ معلوم ہے اور یہ بات بعد میں معلوم ہو گئی تو مجرموں کی مدد کے سلسلے میں آپ کو بھی گرفتار کر لیا جائے گا۔“

”نہیں۔ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ سرور مجید کانپ اٹھا۔

”کیا مطلب۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کیوں نہیں ہو سکتا؟“

”میں۔ میں جیل کی زندگی برداشت نہیں کر سکتا۔ جیل کے نام

سے ہی مجھ پر لرزا طاری ہو جاتا ہے۔“

”اگر جیل سے بچنا چاہتے ہیں تو مجرموں کے بارے میں سب

کچھ بتانا ہو گا۔“

”افسوس۔ میں کچھ نہیں جانتا۔“

”خیر۔ آپ کی مرضی۔ مجرموں کو تو میں کسی نہ کسی طرح گرفتار

کر ہی لوں گا۔“

انہوں نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ سرور مجید

نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ باہر نکل آئے۔ ان کی حیرت اب بہت

بڑھ گئی تھی۔ سرور مجید کسی طرح بھی رعب میں نہیں آئے تھے،

یہ کچھ کم عجیب بات نہیں تھی۔

”کیا رٹا جان؟“ آفتاب بے چین ہو کر بولا۔

”پتہ تو یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں رہا۔“

”کیا مطلب؟“

”سرور مجید کسی وجہ سے خوف زدہ ہے اور کچھ بھی بتانے پر آمادہ نہیں۔“

”اوہ۔ اب کیا ہو گا؟“

”میں نے رابرٹ ایجنسی پر چھاپہ مارنے کا پروگرام بنایا ہے،

اس کے کاغذات چیک کیے جائیں گے۔ شاید اس طرح کوئی سراغ مل جائے۔“

”ٹھیک ہے۔ اب اس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔“

پولیس پارٹی کے ساتھ رابرٹ ایجنسی کا تالا توڑا گیا۔ ڈالی

کو مدد کے لیے بلا لیا گیا تاکہ وہ دفتر کی چیزوں کے بارے میں

بتاتی رہے۔ وہ بھی سہی سہی تھی؛ تاہم اس نے پولیس کا پوری

طرح ساتھ دیا۔ تمام ریکارڈ ایک جگہ جمع کیا گیا اور سب لوگ

اس کی چھان بین میں لگ گئے۔

تین گھنٹے تک کاغذات کا مطالعہ ہوتا رہا۔ آخر کاغذات ختم

ہو گئے۔ انپیکٹر کامران مرزا نے سر اوپر اٹھاتے ہوئے کہا:

”ان کاغذات سے تو یہ ظاہر ہے کہ ایجنسی میں ہر کام

صرف اور صرف ایجنسی کے مالک یعنی باس کی مرضی سے ہوتا تھا،

لیکن مس ڈالی کا کہنا یہ ہے کہ باس دفتر میں کبھی نہیں آیا۔

مشر تان اس سے احکامات لایا کرتا تھا۔ اور کسی کو بھی باس کے ٹھکانے کا پتا معلوم نہیں تھا۔ کاغذات سے یہ ثبوت بھی نہیں ملتا کہ یہ ایجنسی لوگوں سے زبردستی دوسروں کے قرض وصول کر کے دیا کرتی تھی۔ وہ تو اگر عابد کو اغوا کرنے کی غلطی ان سے نہ ہوتی تو اس وقت بھی وہ ایجنسی کے دفتر میں مزے سے بیٹھے ہوتے۔ نہ جانے انھوں نے عابد کو کیوں اغوا کیا تھا۔

اچانک ایک فائل کے کونے پر آفتاب کو چند ہند سے کھٹے نظر آئے۔ فائل کثرت استعمال سے کافی خستہ حالت میں تھی:

”یہ نمبر نہ جانے کیسے ہیں؟“

”نمبر۔ کون سے نمبر۔“ آصف نے منہ بنایا۔

”اس فائل کے کونے پر۔“ آفتاب بولا۔

فرحت نے چونک کر ادھر دیکھا، انپیکٹر کا مران مرزا بھی ادھر متوجہ ہو گئے۔ فائل کے کونے پر ۴۶۳ لکھا تھا۔

”ہو سکتا ہے یہ کسی کا فون نمبر ہو، یادداشت کے لیے فائل کے کونے پر لکھ لیا گیا ہو۔“

”لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ باس کا نمبر ہو اور مشر تان نے یا تو بے خیالی میں لکھ دیا ہو۔ یا پھر اس خیال سے لکھ دیا ہو کہ فون کرتے وقت اس پر نظر رکھا کرے گا۔“

”اوہ۔ اوہ۔ اگر بات یہی ہے تو وہ مارا۔“ آصف اچھل پڑا۔

”ابھی اچھل پڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف ایک خیال ہے۔“

”تو کیا میں اس نمبر پر فون کر کے دیکھوں؟“ شاہد بے تابانہ انداز میں بولا۔

”یہ غلطی نہ کرنا۔ پہلے تو ڈائریکٹری میں یہ دیکھنا ہو گا کہ یہ نمبر کس کا ہے۔“ انپیکٹر کا مران مرزا بولے۔

”اوہ ہاں۔“ ان کے منہ سے نکلا۔

دوسرے ہی لمحے وہ سب ڈائریکٹری پر بھٹ پڑے۔



ڈائریکٹری میں نمبر تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا۔ کافی دیر لگی، تاہم نمبر مل گیا۔ نمبر کے سامنے مشر اختر بیگ لکھا تھا۔

”تو یہ اختر بیگ ہے رابرٹ ایجنسی کا پاس۔ یعنی ہمارا مجرم۔“ آصف بولا۔

”یہ ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے، اختر بیگ نے ایجنسی کے ذریعے کوئی کام کرایا ہو اور اس سلسلے میں اس کا نمبر نوٹ کیا

گیا ہو۔

ہوں! اس طرح تو ہماری ساری محنت ضائع جائے گی۔
فرحت بڑبڑائی۔

”محنت بے چاری کا کیا ہے۔ ضائع جاتی ہی رہتی ہے۔“
آفتاب بولا۔

”نیر۔ اس شخص کو چیک کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں، اگر
اس نے رابرٹ ایجنسی سے کوئی کام لیا تھا تو ہم اس کام کی تفصیل
ہی معلوم کر لیں گے۔ شاید اسی طرح کوئی سراغ مل جائے۔“

”اس کیس میں تو سراغ ملنا بھی دودھ کی نہر نکالنے کے برابر
ہو گیا ہے۔“ آفتاب بڑا سا منہ بنا کر بولا۔

”تم ہر وقت بھٹائے بھٹائے کیوں رہتے ہو؟ فرحت نے
اسے گھورا۔

”تم بھی تو ہر وقت تملاتی تملاتی رہتی ہو۔ اور پھر ایسے
کیس میں کوئی کرے بھی کیا۔ جس میں سراغ ہی نہ ملے۔“

پتا ایک کاغذ پر لکھ لیا گیا۔ اس کے بعد رابرٹ ایجنسی
کو پولیس کی نگرانی میں دے کر وہ اختر بیگ کے گھر کی طرف
روانہ ہوئے۔ اس گھر کی تلاش زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوئی۔
یہ ایک بڑا سا مکان تھا۔ اندر کئی کمروں میں روشنی ہو رہی
تھی۔ پہلے تو اس کے چاروں طرف چند آدمیوں کو مقرر کیا گیا

اور پھر انسپکٹر کامران مرزا نے آگے بڑھ دیک دی، پھر کچھ
سوچ کر ایک سادہ لباس والے کو دروازے پر کھڑا کر دیا اور
خود اوٹ میں ہو گئے۔ اب سب لوگ اوٹ میں تھے۔
صرف سادہ لباس والا دروازے پر کھڑا تھا۔ آخر دو منٹ بعد
دروازہ کھلا اور ایک لڑکی کا چہرہ نظر آیا:

”جی فرمائیے۔ رات کو اس وقت آپ نے کیوں دنگ دی؟“
”جی وہ۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے اختر بیگ صاحب سے
ملنا ہے۔“

”اختر بیگ صاحب۔“ لڑکی نے الجھن کے عالم میں کہا، پھر
بولی:

”یہاں کوئی اختر بیگ نہیں رہتے۔“

”کمال ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ یہ ان کا مکان ہے۔“

”اوہ۔ اب سمجھی۔ آپ بھی ٹھیک پتے پر آئے۔ یہ مکان
دراصل اختر بیگ صاحب کا ہی ہے۔ ہم نے ان سے کرائے
پر لے رکھا ہے۔ وہ اب یہاں نہیں رہتے۔ اس شہر کو چھوڑ کر
کسی دوسرے شہر چلے گئے ہیں۔“

”لیکن کہاں۔ کیا آپ ان کا پتا نہیں دے سکتیں؟“

”ہاں۔ کہیں رکھ کر تو رکھا تھا۔ صبح تلاش کر دوں گی۔
آپ صبح آجائیے گا۔“

لیکن محترم۔ ہمیں ان سے بہت ضروری کام ہے۔" سادہ لباس والا بولا۔

"مجھے افسوس ہے۔ میں اس وقت پتا تلاش نہیں کر سکوں گی۔ لڑکی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"ایک منٹ۔ میری ایک بات سن لیجیے۔" سادہ لباس والا بولا۔

اتنے میں انپکٹر کامران مرزا اوٹ سے نکل کر سادہ لباس والے تک پہنچ گئے اور بولے :

"انہیں کیوں پریشان کر رہے ہو۔ اب ہمیں کسی اختریگ سے نہیں ملنا۔"

"کیا مطلب سر۔ کیوں نہیں ملنا۔ اتنی سی دیر میں کیا ہو گیا ہے۔" سادہ لباس والے کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اتنی سی دیر میں تو نہ جانے کیا کچھ ہو جاتا ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اب ہم مٹر اختریگ کی بجائے انہی محترمہ سے مل لیتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔ آپ کو مجھ سے کیا کام؟" لڑکی ہنسا اٹھی۔

اس وقت تک آفتاب، آصف اور فرحت بھی نزدیک آ چکے تھے۔

"آخر یہ کیا معاملہ ہے؟" لڑکی پریشان ہو کر بولی۔

"معاملہ بہت ٹیڑھا ہے۔ یہاں کھڑے رہ کر تو طے ہو نہیں سکتا۔ کیا آپ ہمیں اندر لے جا کر نہیں بٹھائیں گی۔"

"جی نہیں۔ میں اپنے گھر میں اس وقت بالکل تنہا ہوں۔ خدا جانے آپ لوگ کون ہیں۔ ہو سکتا ہے، کوئی ڈاکو واکو ہوں۔"

"ہم ڈاکو تو خیر نہیں۔ ہاں واکو ضرور ہو سکتے ہیں۔" آفتاب بول پڑا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"واکو کے مطلب کا تو مجھے بھی علم نہیں۔" آفتاب بولا۔

"آپ کا نام کیا ہے محترمہ؟" انپکٹر کامران مرزا مدرا سامنہ کر بولے۔

"بڑا سامنہ انھوں نے آفتاب کے ٹانگ اڑانے پر بنایا تھا۔ ایسے موقعوں پر اس کا بول پڑنا انھیں ہمیشہ ناگوار گزرتا تھا۔"

"کیوں۔ آپ کو میرے نام سے کیا؟" وہ بولی۔

"آپ کا کہنا ہے کہ آپ اس وقت مکان میں بالکل تنہا ہیں، لیکن میں تو ایک کمرے میں چند سائے حرکت کرتے دیکھ چکا ہوں۔ آخر اس غلط بیانی کی وجہ۔"

"انپکٹر کامران مرزا تیز لہجے میں بولے۔

"آپ آخر ہیں کون۔ مجھ سے سوالات کرنے والے۔"

"ہاں! اب آپ نے کیا ہے ڈھنگ کا سوال۔ شاہد۔ تعارف کی رسم ادا کرو۔" انھوں نے پیچھے کی طرف منہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر! شاہد کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔ اب لڑکی

کے چہرے پر گہرا ہٹ کے آثار صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ اتنے میں شاہد نزدیک آتے ہوئے بولا:

”محترمہ! اس وقت آپ انپکٹر کامران مرزا سے بات کر رہی ہیں۔“

”نہیں!“ لڑکی خوفزدہ انداز میں چلائی اور کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ساتھ ہی انپکٹر کامران مرزا اندر داخل ہو گئے۔ آفتاب، آصف اور فرحت بھلا کہاں رکنے والے تھے۔

دوہرا معاملہ

اندر داخل ہوتے ہی انپکٹر کامران مرزا نے پہلا کام یہ کیا کہ پستول نکال لیا۔ اس کی نمائی کا رخ لڑکی کی طرف ہو گیا۔ شاہد نے بھی یہی کیا۔ اس کے پیچھے اندر داخل ہونے والے ماتحت بھی پستول نکال چکے تھے۔

”ایک لڑکی کے لیے اتنے پستول۔“ آفتاب حیران ہو کر بولا۔
 ”ایک لڑکی کے لیے نہیں۔ ایک گروہ کے لیے۔ مشرتارن۔“
 عزیز کرمانی اور باقی لوگ ہتھ سروس سے بلند کیے باہر نکل آئیں۔ مکان کو چاروں طرف سے گھیرے میں لیا جا چکا ہے۔ اور مس گاریہ کو بھی حراست میں لیا جا چکا ہے، اگر تم لوگ باہر نہ نکلے تو دھوئیں کے بم پھوڑے جائیں گے اور تم چوبھوں کی طرح باہر نکلنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ میں صرف پانچ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ شاہد۔ اگر یہ لوگ پانچ منٹ تک باہر نہ نکلیں تو دھوئیں کے بم برسانا شروع کر دینا۔ انھوں نے یہ الفاظ بلند آواز میں کہے۔

”او کے سر! شاہد نے بھی بلند آواز میں کہا۔

”گاریہ۔ کیا مطلب؟ آفتاب، آصف اور فرحت حیرت زدہ

رہ گئے۔

”چھ ماہ پہلے جو سرور مجید صاحب کے ہاں آکر ٹھہری تھی، ایک مصیبت لڑکی کے روپ میں۔ اس کے گلے میں ایک چھوٹا سا کیمرہ بھی لٹکتا رہتا تھا۔ اس کیمرے سے یہ ضرور دوسروں کی کمزوریوں کی تصاویر آتا رہتا تھا۔ سرور مجید ضرور کوئی غلطی کر رہے تھے۔ کوئی گناہ یا کوئی جرم۔ یا پھر ہو سکتا ہے۔ وہ سرکاری ریکارڈ میں خرد برد کر رہے ہوں۔ اور گاریہ نے تصویر کشی کے ذریعے ان بکے جرم کا ثبوت اپنے پاس محفوظ کر لیا ہو۔ وہ ثبوت دکھا کر ان لوگوں نے اُن سے بڑی بڑی رقمیں بنک سے ہٹوانا شروع کر دیں۔ یہ کام عزیز کرمانی کے ذریعے لیا گیا۔ اس جیسے اور نہ جانے کتنے کارکن کتنے گھرانوں سے رقمیں وصول کرتے رہے ہیں۔ اس ایجنسی کا کاروبار یہی ہے۔ لوگوں کو بلیک میل کرنا۔“

”لیکن انکل۔ سرور مجید کا گناہ کیا تھا؟“

”اس عمارت سے جب ہم وہ تمام ثبوت حاصل کر لیں گے جو لوگوں کو بلیک میل کرنے کے لیے اس لڑکی گاریہ نے حاصل کیے ہیں تو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔“

”تنت۔ تو کیا۔ اس گروہ کی سرغنہ یہی گاریہ ہے؟“

”ہاں! یہی وہ باس ہے۔ جس سے تمارن فون پر ہدایات حاصل کرتا تھا۔“

اسی وقت انہوں نے تمارن، عزیز کرمانی اور کچھ اور لوگوں کو ہاتھ اوپر اٹھائے آتے دیکھا۔

”دیکھ یا سب کچھ بالکل خفیہ رکھنے کا نتیجہ۔ نزدیک آتے ہی عزیز کرمانی نے جلتے بھنے لہجے میں کہا۔ اس کا رخ گاریہ کی طرف تھا۔

”کیا مطلب؟ گاریہ چونک کر بولی۔

”اس وقت اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ بلیک میلنگ کا تمام ریکارڈ کہاں رکھا ہوا ہے تو ہم ان لوگوں کے پاس آنے سے پہلے اس سارے ریکارڈ کو جلا دیتے۔ پانچ منٹ تک ہم اسے تلاش کرتے رہے، لیکن ہمیں تو ہم میں سے کسی پر اعتماد ہی نہیں۔ نہ جانے کہاں چھپا کر رکھتی ہو۔ اب پولیس اسے برآمد کر لے گی اور وہ ریکارڈ ہمارے خلاف مکمل ترین ثبوت ہو گا۔“

”ہاں! یہ میری غلطی تھی، لیکن میں کیا کرتی۔ تم میں سے

ہر ایک ہاتھ دکھا جانے کی فکر میں رہتا تھا۔ جب کہ اس سارے گروہ کے لیے اصل کام میں کرتی تھی۔“

”خیر۔ اب بھگتو۔ عزیز کرمانی نے کندھے اچکائے۔

شاہد اور اس کے ماتحتوں نے آدھ گھنٹے کی محنت کے بعد تمام

ریکارڈ تلاش کر لیا۔ وہ ایک الماری کے خفیہ خانے میں تھا۔ اور جب انہوں نے اس ریکارڈ کو دیکھا تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ شہر کے بڑے بڑے سرکاری آفیسر اور دوسرے لوگ عجیب گھناؤنے قسم کے جرائم کر رہے تھے۔ خاص طور پر رشوت، غبن اور فتنہ آور ادویات کا کاروبار زوروں پر تھا۔ اور گاریہ نے اس قسم کے لوگوں کے خلاف اپنے کیمرے کے ذریعے ثبوت حاصل کر کے انہیں بلیک میل کرنا شروع کر رکھا تھا۔ سرور مجید اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھا کر رشوت لینے کے مجرم تھے۔ اور جیل جانے سے بہت خوف زدہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے کچھ بھی نہ بتایا، لیکن ان کے نہ بتانے کے باوجود ان کی قلمی کھل گئی تھی، نہ صرف ان کی۔ بلکہ ان جیسے اور بہت سوں کی۔ اس طرح گاریہ نے جہاں جرم کیا تھا۔ وہاں۔ بڑے بڑے مجرموں کے چہرے سے نقاب الٹ کر رکھ دیے تھے۔ ان تمام لوگوں کی گرفتاری کے وارنٹ اسی وقت جاری کر دیے گئے۔

”صبح ہونے والی ہے۔ ہم تمام رات جاگتے رہے ہیں، اور اب سکول بھی جانا ہے۔ سکول میں جب ہمیں نیند ستائے گی اور ہمیں اونگھ پر اونگھ آئے گی تو استاد صاحبان ڈنڈوں سے ہمیں ڈانٹیں گے۔ اس وقت پتا چلے گا، آٹے دال کے بھاؤ کا، اور جاسوسی کا مزا بھی درحقیقت اسی وقت معلوم ہوگا۔ کیوں۔“

ٹھیک ہے نا۔ آفتاب شوخ لہجے میں کہتا چلا گیا۔
 ”تم تو ہو احمق۔ اول درجے کے۔ اتنا بھی یاد نہیں کہ آج قومی دن ہے اور پورے ملک میں پھٹی ہے۔ فرحت نے جل کر کہا۔
 ”ارے۔ یہ بات تو میرے ذہن سے نکل ہی گئی۔“
 ”تمہارے ذہن میں کوئی بات رہتی ہی کب ہے۔“ آصف نے مسکرا کر کہا۔ آفتاب نے اُسے کہا جانے والی نظروں سے گھورا اور سب مسکرانے لگے۔

ایک سرائع کا انعامی سوال

س : فرحت کو کیا بات سوچی تھی ؟

۲۵۰ روپے کا نقد انعام درست موصول ہونے والے تمام جملوں کی قرعہ اندازی کے ذریعے دیا جائے گا۔ اپنا جواب بالکل الگ کاغذ پر لکھے۔ اس کے نیچے اپنا نام اور پتا ضرور لکھے۔ ایک ہی لغاتے میں تمام جوابات اور اپنا خط ارسال کر سکتے ہیں۔

(ادامہ)

مبلغ ۵۰۰ روپے کا نقد انعام

دسواں خاص نمبر

محسود، فاروق، فرزانہ اور انپکٹر جمشید
آفتاب، آصف، فرحت اور انپکٹر کامران مرزا اور
شوکتے بلادرز کا مشترکہ کارنامہ۔

جزیرے کا سمندر



مصنف : اشتیاق احمد



- دسواں خاص نمبر اعلان کے مطابق قریباً ۹۰۰ صفحات پر مشتمل ہوگا، انشاء اللہ۔
- انعام کی رقم ۵۰۰ روپے رکھی گئی ہے۔ جس کی تفصیل اس اشتہار کے آخر میں دی جا رہی ہے۔
- انعامی رقم انعام کا اعلان ہونے کے ساتھ ہی روانہ کر دی جاتی ہیں۔

خاص نمبر حسب سابق ان شاء اللہ تعالیٰ ۲۰ دسمبر کو بازار میں موجود ہوگا۔

دنیا کے قیدی اکثر جگہوں پر فوری طور پر ختم ہو گیا تھا اور پھر ہر وقت نمل سکا، کیونکہ دوبارہ شائع ہونے میں وقت لگ گیا۔ اس لیے پڑھنے والوں کو جو وقت اور پریشانی لاحق ہوئی، اس سے پڑھنے والے بخوبی واقف ہیں، مگر بہتر ہوگا کہ آپ اپنی کاپی اپنے بک شال پر یا مخصوص کرائس یا پھر قیمت دفتر کے پتے پر منی آرڈر کریں۔ اس طرح آپ کو خاص نمبر عین وقت پر مل جائے گا۔

اور اب ناول کی جھلکیاں

محکمہ سرائے سانی کی عمارت میں ایک دھماکا خیز خبر۔
انپکٹر جمشید محمود، فاروق اور فرزانہ کو فوراً حرکت میں آنا پڑا۔
خان رحمان اور اکرام بھی ان کے ساتھ۔
اور پھر لاشوں پر لاشیں — آپ نے ایسی عجیب لاشیں کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔
ایک ہونک ڈراڑ، جس میں انہیں سفر کرنا پڑا۔
یہ سفر انہیں کہاں لے گیا۔
شوکی برادرز کی اور منور علی خان کی ملاقات عجیب حالات میں۔
منور علی خان ایک معاملے میں ان سے مدد لینے آئے تھے۔

وہ ان کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئے۔
منور علی خان انہیں جنگل میں عجیب جگہ لے گئے۔
ساحل سمندر پر پہنچتے ہی وہ عجیب حالات کا شکار اتنے عجیب کہ آپ اپنی سٹی گم ہوتی محسوس کریں گے۔
پراسرار جزیرہ، جس میں منور علی خان نے اپنا ایک شکاری ہتھیار استعمال کیا، لیکن
انپکٹر کا ملن مزا — آفتاب، آصف اور فرحت ایک لانچ پر سوار تھے ایک دھماکے سے لانچ تباہ ہو گئی۔
انہیں ایک جہاز پر سوار کر لیا گیا۔ جہاز پر خوفناک حالات سے سامنا۔
سمندر کے پانی کے نیچے جنگ۔
شوکی برادرز کی آفتاب وغیرہ سے ملاقات کن حالات میں ہوئی۔۔۔ اور پھر محمود، فاروق اور فرزانہ ان سے کس طرح ملے۔ ایک ایسی پیچ در پیچ کہانی، جس میں آپ اکٹھے ہی چلے جائیں گے۔
جرم کیا تھا، مجرم کیا چاہتے تھے۔ اس جہاز میں کیا چیز لدی ہوئی تھی، وہاں کیا ہو رہا تھا؟
جزیرے کا سمندر انہیں کہاں لے گیا۔ آپ دنگ رہ جائیں گے، وہاں کیا ہو رہا تھا؟

- آخر میں وہ سب کن ہولناک حالات کا شکار ہوئے ؟
- ایک ایسا خاص نمبر کہ آپ نے آج تک نہ پڑھا ہوگا۔
- قدم قدم پر ہنگامے، سراغ رسانی، جنگیں اور مہلت تاک بھیناد
- اشتیاق احمد کا اس وقت تک کا سب سے طویل خاص نمبر۔

اور اب انعامی تفصیل

- ناول کے آخر میں ناول سے متعلق ایک سوال دیا جاتا ہے۔
- سب سے پہلے موصول ہونے والے درست جواب پر مبلغ ۲۰۰۰ روپے کا نقد انعام۔
- دوسرے موصول ہونے والے درست جواب پر مبلغ ۱۰۰۰ روپے کا نقد انعام۔
- تیسرے موصول ہونے والے درست جواب پر مبلغ ۵۰۰ روپے کا نقد انعام۔
- بقیہ ۱۵۰۰ روپے موصول ہونے والے تمام درست جوابات میں برابر برابر تقسیم کیے جائیں گے۔

قیمت : ۳۰ روپے (اداسی)



پُرانا ڈھانچہ کا انعام

- جواب یہ تھا :
- کیا آپ کے شوہر چاندی کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔
- موصول ہونے والے تمام درست جوابات کی قرعہ اندازی کے بعد انعام کے مستحق :
- ف. ن. بالائی منزل یو. بی. ایل غلامنڈی سرگودھا قرار پائے۔
- انہیں مبلغ ۲۵۰ روپے بطور انعام روانہ کیے جا رہے ہیں۔

(اداسی)



مشہور و معروف مصنف اشتیاق احمد
کے سنسنی خیز، ہنگامہ آرا، مزاح اور جاگوسی سے
بھرپور ناول

اس
ماہ
کے
ناول

- ۱۱۶) انوکھی جال (انپکٹر جمشید میرزا) ۶/-
- ۱۱۷) جال کا جواب (= = =) ۶/-
- ۳۰) ایک منہ غ (انپکٹر سلطان مراد میرزا) ۶/-
- ۲۵) خوفناک قصہ میر (شوگے میرزا) ۶/-

آئندہ
ماہ
کے
ناول

دسواں خاص نمبر
محمود فاروق، فرزانہ، انپکٹر جمشید
آفتاب آصف، فرحت، انپکٹر کامران مرزا
اور شوگے برادرز کا مشترکہ کارنامہ
جزیرے کا سمندر ۳۰/-

۱۰

A. Sattar
اشتیاق پبلیکیشنز راجپوت مارکیٹ اردو بازار لاہور